سلسلہ
مواعظ حسنہ
نمبر ۶۹

عزیز و اقارب کے حقوق

عارف باللہ حضرت اقدس
مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال کراچی پاکستان

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۔ ۲۹

عزیز و اقارب کے حقوق

عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم

کتب خانہ مظہری
گلشن اقبال ۲ کراچی ۴۷
پوسٹ کوڈ ۷۵۳۰۰
فون : ۴۹۹۲۱۷۶

انتساب

احقر کی جملہ تصنیفات و تالیفات مرشدنا و مولانا

محی السنہ حضرت اقدس شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور حضرت اقدس مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں۔

احقر محمد اختر عفا اللہ تعالیٰ عنہ

فہرست

﴿ ضروری تفصیل ﴾

نام وعظ: عزیز واقارب کے حقوق

واعظ: عارف باللہ حضرت اقدس مرشدنا ومولانا شاہ محمد اختر صاحب
دام ظلالهم علينا الىٰ ماة وعشرين سنة مع الصحة
والعافية وخدمات الدينية و شرف حسن القبو لية

تاریخ: ۱۰؍شوال المکرم ۱۴۰۸ھ مطابق ۲۷؍مئی ۱۹۸۸ء بروز جمعہ
۱۷؍شوال المکرم ۱۴۰۸ھ مطابق ۳؍جون ۱۹۸۸ء بروز جمعہ

وقت: ایک بجے دوپہر

مقام: مسجد اشرف گلشن اقبال بلاک ۲، کراچی

موضوع: والدین، اولاد، دیگر رشتہ داروں، نسبتی اور سسرالی عزیزوں کے حقوق

مرتب: یکے از خدام حضرت والا مدظلہم العالی

کمپوزنگ: سید عظیم الحق حقی 1-J-67/3 مسلم لیگ سوسائٹی ناظم آباد نمبر ۱ (۲۶۸۹۳۰۰)

اشاعت اوّل: محرم الحرام ۱۴۲۸ھ مطابق جنوری ۲۰۰۷ء

تعداد: ۲۲۰۰

ناشر: كُتبُ خَانه مَظهَرِی

گلشن اقبال-۲ کراچی پوسٹ آفس بکس نمبر ۱۱۱۸۲ کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیز واقارب کے حقوق

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۝ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ ۝ وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۝ (حٰمٓ السجدة: آیات ۳۰ تا ۳۳)

استقامت کے معنی

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جن لوگوں نے حقائق کو تسلیم کر لیا اور ایمان لائے اور جو یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب صرف اللہ ہے یعنی ہمارا پالنے والا صرف اللہ ہے۔ پرورش اور تربیت، نفع نقصان عزت ذلت تندرستی بیماری زندگی موت سب چیزوں کا مالک اللہ ہے۔ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا ایمان لانے کے بعد پھر اس پر مستقیم رہتے ہیں۔ آپ حضرات نے ہمیشہ اپنے بزرگوں سے سنا ہوگا کہ ایک دوسرے سے دعائیں کراتے ہیں کہ دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ استقامت نصیب فرمائے۔ استقامت کے کیا معنی ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے احکام کو بجالاتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچتا رہے اور اس زمانے میں استقامت کی پہچان کیا ہے؟ جب کوئی خوش قامت سامنے ہو اس وقت اس کو نہ دیکھے تو سمجھ لو اس کو استقامت

حاصل ہے۔ جو شخص احکام تو بجالاتا ہے لیکن خدا کی نافرمانی سے نہیں بچتا یہ شخص استقامت کی نعمت سے محروم ہے۔ اس کو فکر کرنی چاہیے۔ مایوس تو نہ ہونا چاہیے لیکن فکر کا حق ادا کرنا چاہیے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم فکر کرتے ہیں مگر ہم سے نہیں ہوتا، صاحب کیا کریں نظر تو میری بچتی ہی نہیں ہے۔ میں تو حسینوں کو دیکھ کر پاگل ہو جاتا ہوں۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اگر اس لڑکی کا باپ ڈنڈا لیے کھڑا ہو پھر اس وقت کہاں سے طاقت آجاتی ہے۔ معلوم ہوا کہ تم ڈنڈے کے آدمی ہو، تمہارے اندر شرافت نہیں ہے۔ اگر کوئی جوتا لیے کھڑا ہو اور اسی وقت کھوپڑی پر تین چار لگادے تو فوراً نگاہ نیچی ہو جائے گی یا نہیں؟ اس لیے ایسے لوگوں کو اپنی شرافت کے بارے میں نظر ثانی کرنا چاہیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے شریف بندے ہیں یا نالائق و بے غیرت بندے ہیں۔ جہاں دیکھا کہ ڈنڈے کا خطرہ ہے وہاں نگاہ نیچی کرلی اور ڈنڈے کا خطرہ نہ ہوا تو بے دھڑک دیکھ رہے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اس شخص کے قلب میں انتہائی قلیل ہے۔

محبت کے دو حق

اس لیے حق تعالیٰ کی محبت کے دو حق ہیں، ایک حق تو یہ ہے کہ جن کاموں کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ان فرامین الٰہیہ کو بجالائے جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج قربانی وغیرہ کے احکام کے مطابق عمل کرے اور دوسرا حق یہ ہے کہ جن باتوں سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے ان باتوں سے رُک جائے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی منع کی ہوئی باتوں سے نہیں بچتا یہ شخص نفس کا غلام ہے اور انتہائی غیر شریفانہ ذوق رکھتا ہے۔ گناہ کرتے کرتے اس کی شرافت و حیاء میں آگ لگ چکی ہے جیسے کسی درخت کے پاس آگ لگادی جائے تو کتنا ہی کھاد پانی ڈالو مگر اس کی پتیاں جھلسی ہوئی ہوتی ہیں۔ پھر بہت دن تک اس کو آگ سے دور رکھا جائے اور بہت دن

تک اس درخت میں کھاد اور پانی دیا جائے تب جا کر وہ پتیاں ہری بھری ہوتی ہیں۔ جو شخص گناہ پر جری ہوتا ہے وہ گویا اپنے ایمان کے ہرے بھرے درخت میں آگ لگاتا ہے۔ جو لوگ اپنی نظر کی حفاظت نہیں کرتے جھوٹ سے نہیں بچتے، دوسروں کو تکلیف پہنچاتے ہیں، غیبت کرتے ہیں، مسلمانوں کی آبرو ریزی کرتے ہیں، یہ تمام گناہ ایک آگ ہیں جس کی وجہ سے ایمان کے ہرے بھرے درخت کو نقصان پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کی خطاؤں کو معاف فرمائے اور ہمیں اللہ تعالیٰ توفیق اور ہمت نصیب فرمائے کہ تمام غیر شریفانہ حرکتوں کو ہم چھوڑ دیں۔ آپ سوچئے کہ جس وقت بندہ کسی گناہ میں مبتلا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ کیسا ہوتا ہے۔ خدا تو ہر وقت دیکھتا ہے کہ یہ بندہ کیا کر رہا ہے۔ ذرا مراقبہ کریں کہ اللہ تعالیٰ ہر وقت ہم کو دیکھ رہا ہے اور ہم کیا کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے غضب کو ہم اپنے اوپر حلال کر رہے ہیں۔

شیخ اور مرید کے بعض حقوق و فرائض

اس لیے دوستو! ذرا ہمت سے کام لو۔ نفس کے سامنے ڈھال پھینکنے کا نام مردانہ پن نہیں ہے، ہتھیار ڈال دینا زنانہ پن ہے۔ نفس کے خلاف ہمت سے جہاد کرو، اپنی طرف سے پوری کوشش کرو۔ سال بھر کوشش کی لیکن انسان ہے، کبھی پیر پھسل گیا تو اس کو لغزش پا کہتے ہیں اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں لیکن نفس کے سامنے بالکل ہتھیار ڈال دینا اور ہاتھ جوڑ کے اس کے پیچھے چلنا یہ کمینہ پن ہے، یہ پھسلنا نہیں پھسلانا ہے، اس کا علاج کرو۔ وہ کیا علاج ہے؟ توبہ کر کے خیرات کرو، صدقہ کرو، دس بیس رکعات نفل پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے روؤ، مگر افسوس یہ ہے کہ بعض لوگ سنتے ہیں مگر مجال نہیں کہ دو چار رکعت نفل پڑھیں۔ رات دن شیخ کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ مگر جب ان سے نگاہوں کی خطائیں ہوتی ہیں تو

تلافی کی توفیق نہیں ہوتی کہ دس بیس رکعات نفل پڑھ لیں، شیخ کیا بچالے گا؟ خوب سمجھ لیں کہ شیخ بچا نہیں سکتا۔ شیخ آخرت کا کوئی ٹھیکیدار نہیں ہے۔

راہبر تو بس بتا دیتا ہے راہ　　　راہ چلنا راہرو کا کام ہے
تجھ کو مرشد لے چلے گا دوش پر　　　یہ ترا رہرو خیالِ خام ہے

آپ سمجھتے ہیں کہ پیر کندھے پر بٹھا کر راستہ طے کرا دے گا۔ پیر راستہ بتاتا ہے، چلنا آپ کا کام ہے، ساری محنت آپ کو کرنی ہے۔ ڈاکٹر حکیم کا کام نسخہ بتا دینا ہے، دوا پینا پرہیز کرنا مریض کا کام ہے اور اگر اللہ والا ہے تو دعا بھی کرے گا۔ اللہ والوں میں اور دنیاوی ڈاکٹروں میں اتنا فرق ہے کہ دنیاوی ڈاکٹر صرف دوا دے دیتا ہے اور اللہ والا روحانی علاج بتا کر اللہ سے روتا بھی ہے کہ اے اللہ! جو لوگ مجھ سے وابستہ ہیں حُسنِ ظن کی راہ سے مجھ سے تعلق رکھتے ہیں آپ ان کو محروم نہ فرمائیے۔ آپ کے اندر ایک شان ہے جس کا نام شانِ جذب ہے۔ آپ نے قرآن پاک میں اپنی اس صفت کو بیان فرما دیا کہ میں جس کو چاہتا ہوں اس کو اپنی طرف جذب کر لیتا ہوں۔ ہم سب کا ایمان ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ جذب کرے گا اس کو کوئی نہیں کھینچ سکتا۔ لہٰذا کم از کم دو رکعات صلوٰۃ حاجت پڑھ کر یہی مانگو کہ اے اللہ میرے دست و بازو شل ہو چکے ہیں، مجھے اپنے دست و بازو اور ارادوں کا کوئی بھروسہ نہیں رہا، میں اپنی طاقتوں سے بے آسرا ہو چکا ہوں، اب صرف آپ کا آسرا ہے کہ آپ میری دستگیری فرمائیں۔

دستگیر از دست ما مارا بخر　　　پردہ را بردار و پردہ ما مدر

اے ہاتھ پکڑنے والے، اے مدد کرنے والے، میرے ہاتھوں سے تو مجھے خرید لے، یعنی مجھ کو میرے ہاتھوں کے حوالے نہ فرما، میرے ہاتھوں سے مجھ کو خرید لیجئے اور میرے گناہوں پر اپنی ستاری کا پردہ ڈال دیجئے، میرا پردہ گناہوں کا چاک نہ کیجئے کہ مخلوق ہنسے گی۔

ایک بدو کی عجیب دعا

ایک شخص نے مسجد نبوی میں حاضری دے کر روضۂ مبارک کے سامنے یہ دعا مانگی کہ اے اللہ اگر آپ میری اصلاح کر دیں، اور مجھے نیک و صالح اور فرماں بردار بندہ بنالیں، اللہ والا بنادیں، شیطان و نفس کے چنگل سے چھڑا کر مجھے اپنی فرماں برداری کی زندگی نصیب فرمادیں تو آپ کا نبی جو یہاں آرام فرما ہے خوش ہو جائے گا اور آپ کا دشمن یعنی شیطان غمگین ہو جائے گا اور اگر آپ نے میری اصلاح نہ فرمائی اور نفس و شیطان نے مجھے برباد کر دیا تو آپ کے نبی کو غم ہوگا کیونکہ میں ان کا امتی ہوں اور آپ کا دشمن شیطان خوش ہوگا۔ پس اے اللہ آپ خود فیصلہ فرمالیجئے کہ میری اصلاح فرما کر آپ اپنے نبی کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور دشمن کو غمگین کرنا چاہتے ہیں یا مجھے برباد کر کے اپنے نبی کو غمگین اور اپنے دشمن کو خوش کرنا چاہتے ہیں یہ دعا مانگنے والا کون ہے؟ یہ کوئی عالم نہیں تھے۔ ایک معمولی بدو، عرب کا ایک ان پڑھ سادہ سا انسان مگر اس کے دل میں اللہ نے یہ مضمون ڈالا۔ بعض وقت اللہ تعالیٰ غیر عالم کے دل میں ایسا مضمون ڈالتے ہیں کہ علماء عش عش کرتے ہیں لیکن انسان کچھ تو ہاتھ پیر مارے۔ ایک آسرا رہ گیا تھا رونے کا وہ بھی ہمارے ہاتھ سے چھنا جا رہا ہے ہم زور تو پہلے ہی چھوڑ چکے تھے اب زاری بھی چھوڑ رہے ہیں۔ یعنی عمل تو پہلے ہی چھوڑ دیا۔ نفس و شیطان کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور ان دشمنوں کے سامنے چت ہو گئے۔ زور پہلے چھوڑا، ایک راستہ تھا زاری کا یعنی رونے کا وہ بھی ہم نے چھوڑ دیا۔ ہمارا کیا حال ہوگا۔

حق تعالیٰ کی عجیب رحمت

جب آہ و زاری بھی نہ رہے گی تو پھر رحمت باری کیسے نازل ہوگی لیکن زاری کا حکم دیا ہے مایوسی کا نہیں، مایوسی کو تو کفر کر دیا اللہ میاں نے۔ مایوس اگر کرنا ہوتا تو

اللہ تعالیٰ مایوسی کو کفر نہ قرار دیتے۔ کفر قرار دینا گویا دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ دھمکی دے رہے ہیں کہ اگر میری رحمت سے ناامید ہو گئے تو جہنم میں ڈال دوں گا۔ یہ انتہائی رحمت ہے۔ اس سے بڑھ کر رحمت کا کوئی عنوان نہیں ہو سکتا جیسے کوئی باپ اپنے بیٹے سے جو مسلسل نافرمان ہو وہ یہ کہہ دے کہ دیکھو تم توبہ کر لو گناہ چھوڑ دو، لیکن اگر مجھ سے ناامید ہو گئے تو ڈنڈے لگاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ بھی یہی فرما رہے ہیں کہ اگر تم میری رحمت سے ناامید ہو جاؤ گے تو کافر ہو جاؤ گے اور کافر ہو جاؤ گے تو جہنم میں جلو گے۔ لہٰذا جہنم کی آگ سے ڈرا کر اپنی رحمت کا امیدوار بنا رہے ہیں، سبحان اللہ کیا عنوان ہے۔ میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہ بات فرماتے تھے۔

مثنوی کی دردانگیز دعائیں

ہاں تو اللہ تعالیٰ کی ایک شان اور ہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ جو تصوف کے بادشاہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کا راستہ بتانے میں بڑے بڑے علماء اور اولیاء کے راہنما ہیں وہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں، کہ اے اللہ مجھے بہت سے کھینچنے والے اپنی طرف کھینچ رہے ہیں، حسن جاہ مال و دولت خصوصاً اس زمانے میں حسین شکلیں جو سڑکوں پر بکھرے ہوئے موتیوں کی طرح ہیں لیکن ۔

غالبی بر جاذباں اے مشتری

ان تمام کھینچنے والی چیزوں پر آپ غالب ہیں چاہے وہ اپنا نفس ہو، شیطان ہو، عورتیں ہوں، مال و دولت ہو، عزت و جاہ ہو سب پر آپ کو غلبۂ قدرت حاصل ہے اگر آپ ہمیں اپنی طرف کھینچ لیں تو پھر کون ہے جو آپ کے مقابلہ میں آسکے۔ اگر دس بیس کمزور قسم کے لوگ محمد علی کلے یا کسر کی گود سے اُس کے بیٹے کو اغوا کرنے کے لیے اپنی طرف کھینچ رہے ہیں تو محمد علی کلے کا ایک گھونسہ ان کو جناح

ہسپتال میں داخل کر دے گا، دل کی رفتار بدل جائے گی، قلب کا ای سی جی کرانا پڑے گا۔ پس اے اللہ آپ کی قدرت کا کیا ٹھکانہ ہے، جس کی حفاظت کا آپ ارادہ فرمالیں، جس کو آپ اپنا بنانے کا فیصلہ کرلیں پھر کون ہے جو اس کو آپ سے چھین سکے۔ کیا شان ہے اللہ تعالیٰ کی۔ دوستو! دو دو رکعات پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے بس یہی مانگو کہ اے خدائے تعالیٰ ہمیں آپ اپنا بنانے کا فیصلہ کرلیجئے۔ میں آپ کا تو ہوں، مگر اپنی نالائقی سے آپ کا پورا نہیں بن رہا ہوں، کچھ کچھ آپ کا بن جاتا ہوں روزہ نماز کر کے لیکن پھر سڑکوں پر ٹیڈیوں کو دیکھ کر کچھ شیطان کا بھی بن جاتا ہوں، کچھ کچھ گناہ بھی کر لیتا ہوں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرو کہ ہمیں آپ بالکل اپنا بنا لیجئے۔

بندوں کا ایک پیدائشی حق مملوکیت

ہم آپ ہی کے ہیں۔ آپ ہمارے مالک ہیں اور سر سے پیر تک ہمارا ہر جز آپ کا مملوک ہے اور ہر مالک اپنی ملکیت کی حفاظت کرتا ہے۔ مملوکیت کا یہ حق ہم کو حاصل ہے کہ اَنْتَ مَوْلٰنَا آپ ہمارے مولیٰ ہیں جس کی تفسیر روح المعانی نے کی ہے ای اَنْتَ مَالِکُنَا آپ ہمارے مالک ہیں ہم آپ کے مملوک ہیں۔ سر سے پیر تک ہمارا ہر جز آپ کا ہے لہٰذا ہمارا حق مملوکیت آپ سے حفاظت کی فریاد کرتا ہے، مملوک ہونے کی حیثیت سے ہم آپ سے فریاد کرتے ہیں کہ ہم کو ہمارے اختیار کے سپرد نہ کیجئے کیوں کہ ہمارے اندر گندی عادتیں ہیں۔ اگر آپ ہم کو ہمارے حوالے کریں گے تو جیسے چھوٹے نادان بچے بلغم و پاخانے میں ہاتھ ڈال دیتے ہیں، سانپ اگر چھوٹے بچے کے سامنے آجائے تو بچہ بھاگتا نہیں ہے اماں سے کہتا ہے اس میں بڑا اچھا پھول بنا ہوا ہے۔ اس کو گلے سے لپٹانے کی کوشش کرے گا لیکن ماں باپ اس کو سانپ سے بچاتے ہیں اس لیے اللہ تعالیٰ

سے درخواست کریں کہ اے اللہ! مجھے اپنی طرف جذب فرمالیجئے۔اے تمام طاقتوں پر غلبہ قدرت رکھنے والے ساری دنیا کے تمام کھینچنے والے چاہے سلطنت کے تخت وتاج ہوں، خوبصورت عورتوں کا حسن وجمال ہو، نوٹوں کی گڈیاں اور مال ہو، سونے اور چاندی کی ڈھیریاں ہوں، وزارت عظمیٰ کی کرسیاں ہوں، دنیا میں جتنی بھی کشش والی چیزیں ہیں اے اللہ آپ تمام کھینچنے والوں پر غالب ہیں۔

اس لیے جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ، اللہ کا ایک ولی اپنی زبانِ ولایت سے اللہ تعالیٰ سے عرض کرتا ہے کہ ؎

شاید رد رماندگاں راواخری

ہم درماندوں، عاجزوں، ضعیفوں کو آپ اپنی رحمت سے خرید لیجئے۔ہم ایسے عاجز اور کمینہ ہیں کہ چند روز آپ کی راہ میں چلتے ہیں، چند روز خوب تلاوت کرتے ہیں، خوب نماز پڑھتے ہیں اس کے بعد پھر جماعت بھی چھوٹنے لگتی ہے، تلاوت بھی چھوٹنے لگتی ہے، پھر ٹی وی بھی دیکھ لیتے ہیں وی سی آر بھی دیکھ لیتے ہیں، چھپ کر کچھ اور بھی شیطانی حرکتوں میں انسان حرام لذتوں کو چوری کرنا شروع کر دیتا ہے۔لہٰذا اپنے ارادے کی شکست کو ہم نے بار بار دیکھا، اپنی توبہ کے ٹوٹنے کی ذلت وخواری دیکھی تو دل میں آپ کی عظمتیں اور بڑھ گئیں کہ یا اللہ ہم کچھ نہیں ہیں، آپ ہی آپ ہیں اور آپ سب کچھ ہیں۔اصغر گونڈوی رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے جو جگر مراد آبادی کے استاذ ہیں، تہجد گذار شاعر ہیں۔فرماتے ہیں ؎

تیری ہزار رفعتیں تیری ہزار برتری
میری ہر اک شکست میں میرے ہر اک قصور میں

یہ ہم سے جو قصور ہوتا ہے، یہ جو ہماری توبہ ٹوٹ جاتی ہے اے خدا اس سے آپ کی عظمت کا پتہ چلتا ہے۔مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

عہد ما بشکست صد بار و ہزار
عہد تو چوں کوہ ثابت برقرار

ہمارا عہد تو ہزار بار ٹوٹ گیا لیکن آپ کا عہد اے اللہ مثل پہاڑ کے ثابت ہے کبھی نہیں ٹوٹتا۔ لہٰذا ہم اپنی اس شکستگی وعاجزی کا اقرار کرتے ہیں اور آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہم عاجزوں کو آپ خرید لیں کیونکہ ہمارے دست و بازو خود ہمارے پیر کو کاٹ رہے ہیں یعنی انسان اپنے اعضاء سے گناہ کر کے خود جہنم کا انتظام کر رہا ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

دست ما چوں پائے مارا می خورد
بے امان تو کسے جاں کے برد

جب ہمارا ہاتھ خود ہمارے پاؤں پر کلہاڑی مار رہا ہے تو اے خدا آپ کی امان اور آپ کی پناہ کے بغیر کوئی انسان آپ کا راستہ طے نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ آپ کا فضل شامل حال نہ ہو۔

نفس سے جہاد کرنے والوں کی کامیابی

دوستو! یہی ایک سہارا میں اپنے لیے اور آپ کے لیے عرض کرتا ہوں کہ جن کے ارادے بار بار ٹوٹتے ہوں جو اللہ کے راستے میں درماندہ وعاجز پڑے ہوں، مغلوب ہو رہے ہوں، نفس و شیطان کی کشتی میں بار بار ہار رہے ہوں وہ خواجہ صاحب کا یہ شعر سن لیں کہ نفس سے کشتی تو ساری زندگی کی ہے ؎

نہ چت کر سکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دبا لے کبھی تو دبا لے

﴿ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴾

(سورہ حجر آیت ، ۹۹)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں تمہارے نفس کا جہاد، اور تمہاری بندگی کے فرائض موت تک ہیں، موت تک نفس سے لڑتے رہو۔ جو زندگی بھر نفس سے لڑتا رہے گا اور بزرگانِ دین و مشائخ سے نفس سے کشتی کے داؤ پیچ بھی سیکھتا رہے گا اور ان سے دعائیں بھی کراتا رہے گا تو حکیم الامت نے بڑے درد سے فرمایا کہ انشاء اللہ تعالیٰ آخری وقت میں اللہ تعالیٰ اس کو نفس و شیطان پر غالب کر کے اور اُس کے قلب سے دُنیا کے تمام تعلقات کو مغلوب کر کے اور اپنی محبت کو غالب کر کے ایمان کے ساتھ اُٹھا لیں گے۔ یہ بات حکیم الامت نے فرمائی ان کے لیے جو نفس و شیطان سے کشتی لڑ رہے ہیں، اللہ والوں کے پاس آنا جانا رکھتے ہیں، اپنی اصلاح کے لیے درخواستیں کرتے ہیں، اپنے حالات بتاتے ہیں، ان سے علاج بھی پوچھتے ہیں دعا بھی کراتے ہیں، فکر مند رہتے ہیں، کوشش بھی کرتے ہیں، پرہیز بھی کرتے ہیں، دوا بھی کھاتے ہیں دعا بھی کرتے ہیں انشاء اللہ آخر میں ان کا معاملہ کامیاب ہو جائے گا۔ ہردوئی میں ایک حکیم صاحب تھے۔ انہوں نے حضرت سے کہا کہ میں مر رہا ہوں اور میں آپ کے والد کے ساتھیوں میں سے ہوں۔ میرا حق ہوتا ہے آپ پر۔ آپ میرے نزدیک صاحبزادے ہیں لیکن میں ناکام جا رہا ہوں۔ میری نیکیاں کم ہیں اور گناہوں کے انبار آنکھوں سے نظر آ رہے ہیں۔ کیا ہوگا میرا حشر، اس وقت میں بھی وہاں موجود تھا، کراچی سے گیا ہوا تھا۔ حضرت نے خواجہ صاحب کا شعر پڑھ دیا۔ خواجہ صاحب کی شعر و شاعری صرف شعر و شاعری نہیں ہے، وہ حکیم الامت کی تعلیمات ہیں۔ حکیم صاحب کو ہارٹ کی بیماری تھی، انتقال قریب تھا، حضرت نے خواجہ صاحب کا یہ شعر پڑھا تاکہ ان کو مایوسی نہ ہو

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

دوستو! اگر کوئی اور خدا ہوتا تو ہم کہہ دیتے کہ اللہ میاں ہم آپ کے راستے میں نہیں چل سکے، ہماری تو یہ بہت ٹوٹ رہی ہے لہٰذا اب کسی دوسرے خدا کے پاس ہم جا رہے ہیں۔ ایک ہی تو اللہ ہے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہاں جاؤ گے، انہی کا دروازہ ہے کوئی اور دروازہ بھی نہیں، ہر صورت میں انہی کے دروازے پر روتے رہو، اُنہی کے گیت گاتے رہو، ان کی حمد وثناء کرتے رہو۔ ایک شخص ایک بزرگ سے بیعت ہوئے، سردیوں میں بھی تہجد کے وقت میں روزانہ وہ بزرگ اُٹھتے تھے۔ آواز آئی اے شخص مجھے تیری تہجد قبول نہیں ہے۔ کئی روز وہ مرید یہ آواز آسمان سے سنتا رہا۔ تو شیخ سے اس نے کہا کہ حضرت میں ایک آواز سنتا ہوں جب آپ تہجد پڑھتے ہیں۔ وہ آواز یہ ہے کہ اے شخص مجھے تیری تہجد قبول نہیں۔ جب حضور آپ کی تہجد اللہ کے ہاں قبول نہیں تو پھر آپ یہ محنت کیوں کرتے ہیں، آرام سے سوئیے۔ حضرت نے کہا کہ بھئی بات یہ ہے کہ ایک ہی اللہ ہے میرا، دنیا میں بھی اسی سے پالا پڑا ہے اور آخرت میں بھی، قیامت کے دن بھی اُنہی سے پالا پڑے گا۔ ہمارا کام بندگی کرنا ہے۔ ان کا کام قبول کرنا ہے۔ وہ اپنا کام جانیں ہم تو اپنا کام کرتے رہیں گے۔ قبول کرنا نہ کرنا تو ان کا کام ہے میں مالک کے عظیم الشان کام میں کیسے دخل دے سکتا ہوں۔ ہمارا کام تو رونا، گڑگڑانا ہے اور قبولیت کے لیے آہ وزاری کرنا ہے۔ ہم اپنا کام کیسے جائیں گے وہ قبول کریں یا نہ کریں۔ ایک شاعر نے کہا تھا ؎

اگر بخشیں زہے قسمت نہ بخشیں تو شکایت کیا
سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ شعر دیکھا تو فرمایا کہ یہ شاعر بے سمجھ ہے، اہل اللہ کا صحبت یافتہ معلوم نہیں ہوتا اس لیے سلامتی فہم سے محروم معلوم ہوتا ہے۔ یہ تو اکڑ دکھا رہا ہے کہ اگر بخشیں زہے قسمت نہ بخشیں تو شکایت کیا یعنی خم ٹھونک کر اللہ میاں کو پہلوانی دکھا رہا ہے کہ اگر آپ نے جہنم میں بھیج دیا تو میں اس کے لیے بالکل تیار ہوں۔ یہ تو بہت بڑی گستاخی ہے۔ جہنم سے بڑے بڑے نبیوں نے پناہ مانگی ہے اور یہ کہہ رہا ہے کہ مجھے کوئی شکایت ہی نہیں میں جہنم کے لیے خم ٹھونک کر بالکل تیار بیٹھا ہوا ہوں جیسے پہلوان جب اکھاڑے میں جاتا ہے تو بہادری دکھانے کے لیے اپنی ران پر زور سے ہاتھ مارتا ہے جسے خم ٹھونکنا کہتے ہیں کہ میں میدان میں آ گیا ہوں کوئی ہے میرے مقابلہ میں آنے والا۔ حضرت نے فرمایا کہ شعر یوں ہونا چاہیے۔ دیکھیے حکیم الامت اس شعر کی اصلاح فرما رہے ہیں کہ ؎

اگر بخشیں زہے قسمت نہ بخشیں تو کروں زاری
کہ اس بندے کی خواری کیوں مزاجِ یار میں آئے

نہیں بخشیں گے تو ان سے روؤں گا، اللہ سے رونے سے کام چلتا ہے، بہادری دکھانے سے نہیں چلتا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک بار بخار آ گیا تو آپ ہائے ہائے کرنے لگے۔ لوگوں نے کہا کہ اتنے بہادر صحابی ہو کر آپ ہائے ہائے کرتے ہیں؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بخار میری ہائے ہائے سننے کے لیے دیا ہے، عمر کی پہلوانی دیکھنے کے لیے نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ جب ہماری شکستگی اور عاجزی دیکھنا چاہیں تو ہم کیوں پہلوانی دکھائیں۔ بعض لوگ عید کا چاند دیکھ کر کہتے ہیں

ہائے ہائے رمضان چلا گیا۔ کیا ہائے ہائے کرتے ہو خوب کھاؤ پیو۔ ہائے ہائے کرنے کا کسی حدیث میں حکم نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب عید کا چاند دیکھو تو خبردار عید کے دن روزہ نہ رکھو، عید کے دن روزہ رکھنا حرام ہے اور ہائے ہائے کرنے کے بجائے فرمایا کہ یہ کھانے پینے کے دن ہیں، یہ محاورہ ہے یعنی خوشی منانے کے دن ہیں جیسے ہم لوگ کہتے ہیں کہ برسات ہے، کھانے پینے کے دن ہیں، پھلوڑیاں پکاؤ۔ رمضان میں جب باندھ دیں بندھے رہو نہ کھاؤ نہ پیو لیکن رمضان کے بعد جب کھول دیں تو ہائے ہائے نہ کرو کہ ہائے وہ رسی بڑی اچھی تھی۔ یہی کہو کہ اللہ تیرا شکر ہے کہ آپ نے ہمارا منہ کھول دیا اب آپ کی نعمتیں خوب کھائیں گے پئیں گے جیسے چھوٹے بچے جب اسکول سے چھوٹتے ہیں تو کیسے چلتے ہیں؟ سنجیدگی سے؟ افسوس کرتے ہوئے کہ ہائے پیریڈ جلدی ختم ہوگیا؟ اسکول کا گھنٹہ کچھ دیر اور چلتا؟ یا اچھلتے کودتے خوشیاں مناتے ہوئے چلتے ہیں۔ بس بندے کو ایسے ہی رہنا چاہیے۔

چوں کہ بر میخت بہ بندو بستہ باش

چوں کشاید چابک و برجستہ باش

مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ باندھ دے تو بندھے رہو، سر تسلیم وخم کر دو اور جب کھول دیں تو اب ذرا اُچھل کود بھی دکھاؤ کہ یا اللہ تیرا شکر ہے کہ آج آپ نے رسی کھول دی۔ مالک کی مرضی کو سمجھنا یہ ہے عبدیت۔ جب تک اللہ والوں کی صحبت نصیب نہ ہو انسان میں صحیح بندگی کا توازن و اعتدال قائم رہنا ناممکن ہے۔ مثال کے طور پر کسی انسان سے غلطی ہوگئی تو اللہ والوں کے بغیر اس کا احساس اور تلافی اور رجوع کی توفیق مشکل ہے۔ شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نوکر کو ڈانٹا جو کتب خانہ یحیویہ میں کام کرتا تھا۔ اپنے والد حضرت مولانا یحییٰ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نام پر

کتب خانہ کا نام رکھا تھا۔ نوکر نے کہا حضرت جی معاف کردو۔ شیخ نے فرمایا کہ اس خطا کو تم نے ایک دو دفعہ نہیں ایک درجن مرتبہ کیا ہے میں تو معاف کرتے کرتے تھک گیا۔ ظالم میں تجھے کتنا بھگتوں۔ بس یہ سننا تھا کہ شیخ کے سگے چچا تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ پاس بیٹھے تھے جو اکابر اولیاء اللہ میں سے ہیں، جن کے اخلاص کا درد آج سارے عالم میں پھیل رہا ہے۔

دین کا ہر شعبہ اہم ہے

بعض لوگ کہتے ہیں کہ خانقاہوں سے کیا ہوتا ہے؟ یہ خانقاہ کا ہی فیض تھا، مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کی دُعاؤں کے صدقے میں مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ میں دردِ دل اور اخلاص پیدا ہوا۔ میں پوچھتا ہوں کہ تبلیغی جماعت کا کام ایسے عالم سے کیوں نہیں ہوا جس نے کبھی خانقاہ نہیں دیکھی، جس نے کبھی اللہ والوں کی جوتیاں نہیں اُٹھائیں۔ ذرا اس کو سوچو تو سہی۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ مدرسے بھی بے کار ہیں۔ دوستو! مولانا الیاس صاحب عالم تھے یا جاہل تھے؟ پس جب وہ عالم تھے تو مدرسوں کا وجود ثابت ہو گیا، ثابت ہی نہیں نہایت ضروری! اور اُنہوں نے کسی بزرگ سے اصلاحِ نفس کے لیے تعلق کیا تھا؟ مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے جن کے بارے میں مولانا گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے خلیل کو نسبت صحابہ حاصل ہے۔ اللہ اکبر! میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات سنائی چونکہ میرے شیخ مولانا گنگوہی کے شاگرد تھے یعنی بخاری کی نسبت سے میرے شیخ اور مولانا گنگوہی میں ایک واسطہ تھا۔ معلوم ہوا کہ مدارس بھی ضروری، تبلیغ بھی ضروری، تزکیہ بھی ضروری۔ مدرسے نہ ہوں تو علم کیسے حاصل

ہوگا خانقاہیں نہ ہوں تو تزکیہ کیسے ہوگا۔ دین کا ہر شعبہ اہم ہے اسی لیے میرے مرشد حضرت مولانا ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ (اب رحمۃ اللہ علیہ ہوگئے) فرماتے ہیں کہ دین میں ایک دوسرے کے رفیق بنو، فریق نہ بنو۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ جب شیخ نے یہ کہا کہ اے شخص تو نے بارہ دفعہ یہی غلطی کی ہے میں تجھ کو کتنا بھگتوں یعنی کتنا برداشت کروں تو حضرت مولانا الیاس صاحب پاس بیٹھے تھے شیخ کے کان میں کہا کہ مولوی جی اتنا بھگت لو جتنا کل اپنا بھگتوانا ہے یعنی کل قیامت کے دن جتنی اپنی معافی کروانی ہے اتنا دوسروں کو معاف کردو۔

معاف نہ کرنے پر سخت وعید

حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی مجھ سے معافی مانگتا ہے تو میں فوراً معاف کر دیتا ہوں کیونکہ اشرف علی کو بھی تو اپنی معافی کروانی ہے۔ لیکن بعض استاد بلکہ بعض ماں باپ بھی نادان ہوتے ہیں۔ اُن سے معافی مانگی جائے تو کہتے ہیں نہیں! ہم نہیں معاف کرتے، ہمارے جنازے میں بھی مت شریک ہونا۔ آپ جانتے ہیں کہ جو کسی معافی مانگنے والے مسلمان بھائی کو معاف نہ کرے اُس کی کتنی بڑی سزا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

مَنْ اَتَاهُ اَخُوْهُ مُتَنَصِّلًا فَلْيَقْبَلْ ذٰلِكَ مِنْهُ مُحِقًّا
اَوْ مُبْطِلًا فَاِنْ لَّمْ يَفْعَلْ لَمْ يَرِدْ عَلَيَّ الْحَوْضَ

(الجامع الصغیر ج ۱ ص ۱۵۸)

یعنی جو اپنے مسلمان بھائی کی معافی کو قبول
نہ کرے وہ میری حوض کوثر پر نہ آئے۔

سوچ لو کہ قیامت کے دن کتنی پیاس لگے گی۔ شافع محشر کے جامِ کوثر سے یہ شخص محروم ہو گیا۔

بیٹے کے سُسرال والوں کے بعض حقوق

ایک شخص ندامت کے ساتھ معافی مانگ رہا ہے لیکن وہ کہہ رہے ہیں کہ ہم ہرگز معاف نہیں کریں گے۔ میں کہتا ہوں کہ خدائے تعالیٰ اس جہالت سے بچائے۔ اس معاملہ میں ماں باپ کی بھی تربیت کی ضرورت ہے۔ ان کو بھی چاہیے کہ بہشتی زیور کے گیارہویں حصہ میں رسالہ حقوق الوالدین پڑھ لیں جس سے معلوم ہوگا کہ والدین کے کیا حقوق ہیں اور کیا نہیں ہیں، اولاد کا کیا حق ہے، بیٹے اور بہو کا کیا حق ہے۔ آج کل ماں باپ کا یہ حال ہے اگر عید بقرعید پر بیٹا بیوی بچوں کو لے کر سسرال چلا گیا یا سسرال سے کبھی دعوت آگئی کہ آج ہمارے یہاں افطاری کر لیتا تو جو ماں باپ علومِ دینیہ سے واقف نہیں ہیں فوراً کہتے ہیں کہ اچھا تم تو جورو کے غلام ہو گئے، بیوی کے حکم پر چلتے ہو، سسرال والوں کے زر خرید غلام بن گئے جاؤ ہم تم سے بات بھی نہیں کریں گے۔ یہ کیا بات ہوئی یعنی ساس سسر کا کوئی حق نہیں ہے۔ بس صرف تمہارے ہی حقوق ہیں۔

میاں بیوی کے حقوق و فرائض

اس پر ایک بات یاد آئی لطیفے کے طور پر کہتا ہوں۔ میرے ایک دوست ہیں وہ کہتے ہیں کہ تم ہمیشہ بیوی پر رحمت و شفقت کا وعظ کہتے ہو لیکن بیوی کے ذمہ شوہر کے کیا حق ہیں اس کو بیان نہیں کرتے حالانکہ بارہا بتا دیا کہ اگر شوہر ناراض سو گیا ہے تو تمہاری تسبیح اور تہجد سب بے کار، رات بھر فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے ہیں جس کا شوہر ناراض سو گیا۔ اس سے زیادہ شوہر کے حق اور کیا بیان کروں۔ لیکن وہ بے چارے بیوی کا بہت خیال کرتے ہیں، ان کی بیوی ذرا تیز مزاج

ہے۔ایک دن ہنس کر کہنے لگے کہ میں صدر انجمن زن مریداں ہوں یعنی زن مریدوں کی ایک انجمن ہے جس کا میں صدر اور پریذیڈنٹ ہوں۔ میں نے کہا کہ بھئی یہ جملہ تو بڑا لذیذ ہے۔ لیکن انہوں نے مزاحاً کہا اللہ تعالیٰ کی عظمت کی وجہ سے اللہ کے لیے اللہ کی بندیوں کو برداشت کرنا اس کا نام زن مریدی نہیں ہے بلکہ بیویوں کے حقوق میں سے ہے کہ ان کا تھوڑا سا ٹیڑھا پن برداشت کر لیا جائے کیوں کہ وہ ٹیڑھی پسلی سے پیدا ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، بخاری شریف کی حدیث ہے کہ عورت ٹیڑھی پسلی کی طرح ہے۔ دیکھو تمہاری ٹیڑھی پسلی کام دے رہی ہے یا نہیں، اگر سیدھی کرو گے تو ٹوٹ جائے گی۔ اور اگر ٹیڑھی رہنے دو تو تمہارے لیے مفید ہے، پس ان کے ٹیڑھے پن سے کام چلاؤ۔ اس لیے بیوی کے معاملہ میں تھوڑی نرمی کرو، شفقت کرو، سمجھاؤ۔ قرآن وحدیث سے ان کو آگاہ کرو تاکہ ان کو معلوم ہو کہ شوہر کا کیا حق ہے۔ اگر بیوی رات بھر تہجد پڑھ رہی ہے سجدہ میں رو رہی ہے لیکن اگر اس کا شوہر ناراض ہے تو فرشتے اس پر لعنت کر رہے ہیں۔ یہی ایک حدیث ان کے لیے کافی ہے۔

میرے دوستو! میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ اگر بیٹا شریعت کے مطابق بیوی سے حُسنِ سلوک کرے تو بعضے ماں باپ تو بہت جلدی اس کو بددُعا دے دیتے ہیں کہ خدا کرے تیرا خاتمہ ایمان پر نہ ہو، خدا کرے تو برباد ہو جائے۔ یہ بہت ہی ظلم ہے اور ایسی بددُعا کرنا ناجائز ہے۔ ایسے ماں باپ کو اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور بہشتی زیور کا گیارہواں حصہ جہاں ماں باپ کے حقوق ہیں اور بیوی بچوں کے حقوق ہیں، اس کو بار بار پڑھیں، تاکہ ان کو سمجھ آئے۔

خون کے رشتوں کے حقوق کی اہمیت

اب میں قرآن پاک کی آیت کی تفسیر علامہ آلوسی السید محمود بغدادی کی تفسیر

روح المعانی سے سناتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ ﴾

(سورۃ نساء پارہ ۴)

اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دے کر تم لوگ اپنا حق مانگتے ہو۔ اور ارحام یعنی خون کے رشتوں کے حقوق میں تم ذرا ہوشیار رہو ان کا حق ادا کرو، اللہ سے ڈرو۔ ایسا نہ ہو کہ کسی خون کے رشتے سے قطع رحمی کے سبب تمہاری دعا بھی قبول نہ ہو۔ میدانِ عرفات میں سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی اور فرمایا کہ جس نے کسی سے رشتہ کاٹا ہو وہ اس سے جوڑ لے ورنہ اس کی وجہ سے دعا قبول نہیں ہوگی اور ہماری بھی دعا قبول نہیں ہوگی۔ ایک صحابی اُٹھے جنہوں نے اپنی خالہ سے بول چال چھوڑ دی تھی اور فوراً جا کر کہا کہ خالہ جان مجھے معاف کر دیجئے کیوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان کیا ہے کہ جو خون کے رشتوں کو کاٹ دے گا اللہ تعالیٰ بھی اس سے کاٹ دیں گے اور اس کی نحوست سے دعا قبول نہیں ہوگی۔ لہٰذا خالہ سے معافی مانگ کر دعا سلام کر کے، معاملہ ٹھیک کر کے آگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو گئے۔ لہٰذا ذرا ذرا سی بات پر سگے بھائی سے چچا ماموں دادا نانا یعنی خون کے رشتوں سے رشتہ نہ توڑو۔ بلا ضرورت شدیدہ خون کے رشتوں کو کاٹنا جائز نہیں۔

حقوق رشتہ داری کے حدود

ہاں کوئی وجہ ہو تو علماء سے پوچھو کہ ان حالات میں شریعت کا کیا حکم ہے مثلاً کوئی رشتہ دار ہر وقت بچھو کی طرح ڈستا رہتا ہے یا کوئی بد دین ہے جو تمہیں برائی میں زبردستی شریک کرنا چاہتا ہے کہ میرے یہاں آنا پڑے گا، ٹی وی دیکھنا پڑے گا اگر دین کی وجہ سے رشتہ داری کا حق ادا نہیں کر سکے تو ٹھیک ہے ایسے لوگوں کے پاس اس وقت مت جاؤ لیکن بعد میں نرمی سے سمجھاؤ، اللہ والوں کے پاس لے

جاؤ۔ ان شاء اللہ فائدہ ہوگا۔ بہت ہی شدید حالات میں ترک تعلق جائز ہے لیکن اس کے لیے علماء سے مشورہ ضروری ہے۔ کسی صاحب کو ایسے حالات پیش ہوں تو وہ مجھ سے تنہائی میں مشورہ کرلیں۔ مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں اس کی بہت زبردست بحث ہے اس کے حوالہ سے ان شاء اللہ تعالیٰ ان کو مشورہ دے سکوں گا۔ ان معاملات میں اس مشورہ کو میرے شیخ نے بھی بہت پسند فرمایا۔ لیکن بغیر علم کی روشنی کے محض اپنی رائے سے بدون علماء کے مشورہ کے قریبی عزیزوں سے قطع تعلق کرنا جائز نہیں ہے۔

دوستو! حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ رحم کو زبان دے دے گا یعنی خون کے رشتہ کو اللہ زبان دے دیں گے وہ کہے گا کہ یا اللہ میں خون کا رشتہ ہوں، آپ نے میرا نام رحم رکھا ہے، آپ کا نام رحمٰن ہے۔ میں آپ سے مشتق ہوں یعنی آپ سے کٹ کر نکلا ہوں لہٰذا میرا حق دلوائیے۔ جس نے مجھے جوڑا آپ اس سے جوڑ لیجئے اور جس نے مجھے کاٹا آج اُسے آپ کاٹ دیجئے۔ کتنا اہم معاملہ ہے۔ اس لیے مشورہ کر لیجئے۔ اگرچہ بعض سخت حالات میں مجبوریوں کے تحت قطع تعلق کی اجازت کی صورتیں ہیں لیکن جہاں تک ہو سکے نباہ کرو، بلا ضرورت ذرا ذرا سی بات پر خون کے رشتوں کو نہ کاٹو۔

خون کے رشتوں میں کون لوگ شامل ہیں؟

اب سُنئے اَرْحام یعنی خون کے رشتوں سے کیا مراد ہے؟ یہ بات دنیا میں جہاں بھی بڑے بڑے علماء کے سامنے میں نے بیان کی سب نے کہا کہ آج زندگی میں پہلی دفعہ ہم نے یہ بات سُنی ہے، ہمارے علم میں آج اضافہ ہوا۔ ہم لوگ رحم کے بارے میں غلط فہمی میں مبتلا تھے۔ عموماً لوگ سمجھتے ہیں کہ ماں باپ بہن بھائی دادا دادی نانا نانی خالہ پھوپھی وغیرہ صرف یہ خون کے رشتے ہیں۔

لیکن علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ روح المعانی میں اَرْحام کی تفسیر فرماتے ہیں کہ:

اَلْمُرَادُ بِالْاَرْحَامِ الْاَقْرِبَاءُ مِنْ جِهَةِ النَّسَبِ وَمِنْ جِهَةِ النِّسَآءِ

یعنی ارحام سے مراد وہ رشتے ہیں جو نسب یعنی خاندان سے بنتے ہیں جیسے ماں باپ دادا دادی نانا نانی وغیرہ اور وہ رشتے بھی ہیں جو بیویوں کی طرف سے بنتے ہیں جیسے ساس سسر برادر نسبتی وغیرہ یہ سب بھی خون کے رشتوں میں شامل ہیں۔ان کا حق ویسا ہی ہے جیسے اپنے ماں باپ کا،ان کا ادب اکرام بھی ویسا ہی ہے۔

سسرالی رشتوں کی حق تلفیاں

وہ پال کر آپ کو اپنی بیٹی دیتے ہیں۔ یہ نہیں کہ بیٹی پال کر وہ آپ کو دے دیں تو ہر وقت مونچھوں پر تاؤ دے رہے ہیں کہ گویا ساس سسر کا اب اپنی بیٹی پر کوئی حق نہیں رہا۔ ذرا ذرا سی بات پر ساس سسر سے جنگ چل رہی ہے، ان کو حقیر سمجھ رہے ہیں۔ ماں اگر بیمار ہوگئی اور اس نے کہا کہ بھیا ذرا دو دن میری بیٹی کو اور رہنے دو، میری خدمت کرے گی تو کہتے ہیں کہ میرا حق ہے، اب میں اس کا مالک ہوں اس کا کان پکڑ کر لے جاؤں گا۔ ارے جاہلو! اللہ سے ڈرو۔ تمہارے اوپر بھی یہ وقت آسکتا ہے اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نسباً و صهراً فرمایا تو نسب کہتے ہیں خاندانی رشتوں کو اور صهراً سے مراد سسرالی رشتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عطف کیا ہے معطوف علیہ معطوف حکم میں ایک کے ہوتے ہیں ہے جیسے جَاءَ زَيْدٌ وَ خَالِدٌ ، زید بھی آیا خالد بھی آیا تو آنے میں دونوں شریک ہیں۔ اس آیت کے ذیل میں ملا علی قاری بھی وہی فرماتے ہیں جو علامہ آلوسی نے فرمایا کہ جتنا حق تمام خون کے رشتوں کا ہے اتنا ہی سسرال والوں کا ہے۔ ان سے ذرا ذرا سی بات پر لڑنا جائز نہیں، حرام

ہے، گناہ کبیرہ ہے۔ اس لیے اگر بیٹا اپنی بیوی کو لے کر عید بقر عید کو یا کسی اور دن ساس سسر کا حق ادا کرنے جاتا ہے تو ماں کو یہ کہنا جائز نہیں ہے کہ اچھا تو جورو کا غلام بن گیا، باپ کو یہ کہنا جائز نہیں کہ اچھا تم بیوی کے قلی بن گئے، یہ کیا جہالت کی بات ہے، یہ جاہلیت چلی آرہی ہے۔ دوستو بہت ہی جہالت، علم کی کمی اور بے رحمی کی بات ہے بلکہ آپ کو تو مبارکبادی پیش کرنا چاہیے کہ جاؤ، ساس سسر کا بھی حق ادا کرو، ان کا بھی حق ہے۔ پندرہ سال پال کر اپنی بیٹی دیتے ہیں، کیا ماں باپ سے ملنا اس کا حق نہیں ہے؟ تم اپنی بیٹی دیتے ہو تو کیا پسند کرتے ہو کہ اس کے ساس سسر بھی تم سے نہ ملنے دیں لیکن دوسرے کی بیٹی پر ڈنڈا شاہی اور نوکر شاہی چلانا چاہتے ہو۔ تو میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ اس معاملہ میں آج کل والدین بہت زیادتی کر رہے ہیں۔ بیٹا بے چارہ دین دار، اللہ والا اگر بیوی کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتا ہے تو اماں ناراض ہیں۔ بے چارہ بے قصور ہے پھر بھی اماں کے پیر پکڑ کر کہہ رہا ہے کہ اماں معاف کردو۔ اماں ہیں کہ بپھر رہی ہیں کہ نہیں! ہم نہیں معاف کریں گے، بس ہمارے جنازے میں بھی شریک نہ ہونا۔ ارے! جہالت کی پوٹلیو! ذرا اللہ سے ڈرو۔ اگر تم معاف نہیں کرو گی تو خدا بھی قیامت کے دن تمہیں معاف نہیں کرے گا تب پتہ چلے گا۔ علماء لکھتے ہیں کہ جو زمین پر اللہ کے بندوں کی خطائیں معاف کرتا ہے قیامت کے دن اللہ اس کی خطائیں معاف کردے گا۔

حضرت صدیق اکبر کی صلہ رحمی کا واقعہ

اللہ تعالیٰ تو قرآن پاک میں فرماتے ہیں:

﴿ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ط ﴾

(سورۂ نور پارہ ۱۸)

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اے

ابوبکر صدیق کیا تم کو یہ بات محبوب نہیں ہے کہ تم میرے اس بدری صحابی کو جو تمہارا رشتہ دار ہے اور غریب ہے معاف کردو اور اللہ تمہیں معاف کردے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے قسم کھائی تھی کہ اب کبھی اس رشتہ دار کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کروں گا، کچھ خیر خیرات بھی نہیں دوں گا، بات چیت بھی نہیں کروں گا۔ اس آیت کے نازل ہوتے ہی صدیق اکبر نے قسم توڑی، کفارہ ادا کیا۔ اور کہا اللہ کی قسم اِنِّیْ اُحِبُّ اَنْ یَّغْفِرَ اللّٰہُ لِیْ میں محبوب رکھتا ہوں کہ اللہ قیامت کے دن مجھے معاف کردے اے خدا صدیق تیری آیت کی قدر کرتا ہے تیرے ہر حکم پر جان دیتا ہے۔ میں محبوب رکھتا ہوں کہ اس کو معاف کردوں اور آئندہ میں اس کا اور زیادہ خیال رکھوں گا، ان کے ساتھ اور زیادہ احسان کروں گا۔

بعض ساسوں کی بے رحمی

اور آج کیا حال ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر مائیں کہہ دیتی ہیں کہ اس سے تو بہتر تھا کہ میرے اولاد ہی نہ ہوتی۔ یہی وہ مائیں ہیں کہ اگر اولاد نہ ہو تو تعویذیں مانگتی پھرتی ہیں، روتی ہیں کہ خدا مجھے ایک اولاد دے دے اور جب خدا اولاد دے دیتا ہے تو دماغ میں خناس اور غصہ اتنا کہ وہ بے چارہ معافی مانگے تو ان کا مزاج ہی ٹھیک نہیں ہوتا۔ شکایت اور ظلم سے بہو کی زندگی اجیرن کردیتی ہیں۔ کیا جو بہو آتی ہے وہ بیٹی نہیں ہے؟ اگر تمہاری بیٹی کے ساتھ ساس اس کی ساس یہ معاملہ کرے تو پھر تم کیوں تعویذیں لینے آتی ہو۔ بہو کے ساتھ وہی معاملہ کرو جو اپنی بیٹیوں کے ساتھ کرتی ہو۔ یہ کیا کہ اپنی بیٹی کے لیے تو تعویذیں مانگو اور دوسرے کی بیٹی بیٹی نہیں ہے؟ انتہائی بے رحمی کا معاملہ ہوتا ہے، میں بہت دکھے ہوئے دل سے کہہ رہا ہوں، یہ واقعات فرضی نہیں عرض کررہا ہوں۔ اس قسم کی باتیں میرے کان میں لائی جاتی ہیں کہ صاحب یہ معاملہ ہو رہا ہے۔ اس

لیے دوستو یہ عرض کر رہا ہوں کہ خالی اللہ کا حق ادا کرنے سے اللہ والے نہیں بنو گے جب تک اللہ کے بندوں پر رحم کرنا نہ سیکھو۔ غصہ کا خناس نکالو۔ حدیث پاک میں آتا ہے؛

مَنْ كَفَّ غَضَبَهُ كَفَّ اللّٰهُ عَنْهُ عَذَابَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

جو اپنے غصہ کو روکے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ
اپنا عذاب اس سے روک لے گا۔

اب جن کو بہت غصہ آتا ہے ذرا وہ اپنا مزاج درست کر لیں۔ کیسے؟ اپنے غصے کو روکیں، مزاج کو رحم دل بنائیں تاکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے ساتھ معاملہ ویسے ہی فرمائیں۔ بعض کہتے ہیں کہ صاحب کیسے برداشت کریں، جھنجھلاہٹ آجاتی ہے۔ جی چاہتا ہے کہ اس شخص کو ایک ڈنڈا لگاؤں جو جھنجھلاہٹ جھنجھلاہٹ کرتا ہے، یہ سب بہانے کی باتیں ہیں۔ خود سوچو کہ بے جا غصہ کرنا بڑے عیب کی بات ہے اور حلیم الطبع ہونا بہت بڑی خوبی ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شان میں فرماتے ہیں؛

﴿ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴾

(سورۂ ہود پارہ ۱۲)

جس کا ترجمہ حکیم الامت نے یہ کیا ہے کہ واقعی ابراہیم علیہ السلام بڑے حلیم الطبع رحیم المزاج رقیق القلب تھے یعنی طبیعت کے بڑے حلیم تھے، مزاج کے رحمت والے تھے اور دل کے نرم تھے۔ یہ ہیں صفات جو اللہ تعالیٰ نے اپنے خلیل کی بیان فرمائیں۔ پس اے دوستو! اگر تم اللہ کے خلیل بننا چاہتے ہو اور میری ماؤں بہنو! تم اگر اللہ کی ولیہ، اللہ کی دوست بننا چاہتی ہو تو یہ تین صفتیں اپنے اندر پیدا کرو۔ دل میں برداشت کی طاقت ہو، مزاج میں شان رحمت غالب ہو اور تمہارا دل نرم ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رحمدلی کا واقعہ

دیکھو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایک بکری جب ریوڑ سے بھاگ گئی تو کیا واقعہ ہوا؟ یہ واقعہ میں کسی اردو ڈائجسٹ سے بیان نہیں کر رہا ہوں۔ علامہ آلوسی تفسیر روح المعانی میں اور دیگر مفسرین لکھتے ہیں کہ بکری جب ریوڑ سے نکل کر بھاگی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے پیچھے دوڑے۔ ہر نبی سے بکریاں چروائی گئی ہیں تاکہ ان کے دل میں برداشت کی طاقت پیدا ہو کیونکہ بکریوں کو چرانا آسان نہیں ہے۔ یہ بہت جلدی ادھر اُدھر بھاگتی ہیں کہ چرواہا عاجز آجاتا ہے۔ اللہ میاں انبیاء کو پہلے بکریوں سے مشق کراتے ہیں کہ پہلے بکریوں پر مشق کرو تب تمہیں اُمت کی خدمت دیں گے۔ چنانچہ جب بکری بھاگی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام اُس کے پیچھے بھاگے یہاں تک کہ پیروں میں آبلے پڑ گئے، کانٹے چبھ گئے، خون بہنے لگا، آئندہ ہونے والے نبی کے خون بہہ رہا ہے اور میلوں پیچھے بھاگنے کے بعد جب اس کو پکڑا تو بتاؤ ہم آپ ہوتے تو کیا کرتے؟ خوب پٹائی کرتے، پھر اُٹھا کر پٹک دیتے اور چھری پھیر دیتے۔

میرے استاذِ حدیث حضرت مولانا عبد القیوم صاحبؒ فاضل دیوبند نے یہ قصہ سنایا تھا کہ ایک شخص نے سنا کہ اس کی شادی ایک ایسی عورت سے ہو رہی ہے جو بہت ہی بدتمیز ہے اور غصہ کی تیز ہے۔ اس نے کہا کہ میں اس کا علاج کر دوں گا۔ جب سسرال جانے لگا تو ایک بکری ساتھ لے لی۔ جب واپس آنے لگا تو راستہ میں بکری بولی، ''میں''۔ اس نے بکری کے ایک تھپڑ مارا اور کہا اچھا! اگر اب ''میں'' کیا تو ایک ڈنڈا ماروں گا۔ پالکی میں بیٹھی بیوی نے کہا کہ یہ تو بکری کے ''میں میں'' کرنے پر تھپڑ مار رہا ہے تو مجھ کو کتنا مارے گا۔ اس کے بعد بکری نے دوسری بار ''میں'' کیا تو اور زور سے مارا اور چیخا کہ نالائق خاموش ہو جا ورنہ ذبح

کردوں گا۔ تین چار تھپڑ کے بعد گھر قریب آ گیا۔ بکری نے پھر ''میں'' کیا تو اس کو اُٹھا کر پٹک دیا اور کہا کہ خبیث مانتی نہیں ہے، بار بار منع کرتا ہوں، تھپڑوں سے تو ٹھیک ہوئی نہیں، اب تیرا علاج یہی ہے اور بسم اللہ، اللہ اکبر کہہ کر ذبح کر دیا اور دل میں سوچا کہ یا اللہ اسی سے ولیمہ کروں گا۔ یا اللہ! ولیمہ کی نیت سے ذبح کر رہا ہوں، غصہ سے نہیں کر رہا ہوں۔ اگلے دن اسی گوشت سے ولیمہ کر دیا لیکن بیوی پر رعب پڑ گیا، ہمیشہ کے لیے تابعدار ہو گئی اور اس کا سارا غصہ دُور ہو گیا۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب وہ بکری مل گئی تو انہوں نے نہ اس کو مارا نہ پیٹا، کچھ نہیں کہا بلکہ رونے لگے اور اس کے کانٹوں کو اپنے ہاتھوں سے نکالنے لگے۔ نبوت کے ہاتھ بکری کے کانٹے نکال رہے ہیں۔ اپنے پاؤں کے کانٹے بعد میں نکالے پہلے بکری کے کانٹے نکالے۔ اور مارے شفقت کے روتے بھی جا رہے ہیں اور فرمایا کہ اے بکری اگر تجھے موسیٰ پر رحم نہیں آیا تو کم از کم اپنی جان پر تو رحم آنا چاہیے تھا۔ اتنا بھاگنے سے تجھے کیا ملا، آخر پکڑی گئی اور کانٹے چبھ گئے اور تیرے بھی خون بہہ گیا اور میرے بھی لیکن اگر میرے خون پر تجھ کو رحم نہیں آیا تو اپنے اوپر ہی رحم کر لیتی۔ جب فرشتوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی یہ شفقت اور پیار دیکھا تو عالمِ بالا میں اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے اللہ! یہ شخص نبوت کے قابل معلوم ہوتا ہے۔

اللہ کے پیارے بندوں کی علامات

اللہ تعالیٰ کے علم میں تو پہلے ہی تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پیغمبر بنانا ہے۔ اللہ کے نزدیک پیارا بندہ وہی ہے جو اللہ کی مخلوق کے ساتھ، اپنے بیوی بچوں کے ساتھ، اپنے رشتہ داروں کے ساتھ، تمام انسانوں کے ساتھ حتیٰ کہ جانوروں کے ساتھ بھی رحم دل ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی مخلوق پر رحم کرنا سیکھو۔

ایسی عورت کو قیامت کے دن خدا کی رحمت کیا مل سکتی ہے جو ذرا ذرا سی بات پر بیٹے سے کہے کہ ہم تمہارا منہ نہیں دیکھیں گے۔ تمہاری بہو بھی کسی کی بیٹی ہے، اس کے بھی حقوق ہیں، اس میں آڑے مت آؤ، اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ ماں باپ کے حقوق الگ ہیں، بیوی بچوں کے حقوق الگ ہیں، سب ایک دوسرے کے حقوق ادا کریں تو گھر جنت بن جائے۔ یہ بھی بے رحمی ہے کہ بیٹا معافی مانگ رہا ہے اور ماں باپ کہتے ہیں کہ ہم معاف نہیں کرتے۔ ماں باپ تو ایسے ہوتے ہیں کہ بچے معافی مانگ لیں تو فوراً گلے لگا لیں۔ معلوم ہوا کہ رحمت کا مادّہ کم ہو گیا۔ یہ مزاج قابلِ علاج ہے۔

والدین کے حقوق

اور جہاں تک ماں باپ کے حقوق کا تعلق ہے قرآن وحدیث میں کھول کر بیان کر دیئے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاہُ (بنی اسرائیل آیت ۲۳) کے بعد فوراً فرمایا وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا کہ اپنے والدین کے ساتھ احسان کرو۔ اپنی عبادت کے ساتھ والدین سے حُسنِ سلوک کا حکم دے کر والدین کی اہمیت بتادی کہ اصلی مربی میں ہوں اور والدین متولی ہیں لہٰذا میرے حق کے بعد اُن کا حق ہے۔ اور ایک دعا اور سکھائی:

رَبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا (سورۃ الاسرآ آیت ۲۴)

اے میرے رب! میرے ماں باپ پر اس طرح رحم فرما جس طرح انہوں نے مجھے بچپن میں پالا ہے اور جس طرح بچپن میں انہوں نے میرے اوپر رحم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا بچپن یاد دلا رہے ہیں۔ ہم پچپن سال کے ہو جاتے ہیں تو اپنا بچپن بھول جاتے ہیں۔ جوانی اور طاقت میں بوڑھے ماں باپ سے انسان گستاخیاں کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ بس اب برداشت نہیں ہو رہا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس

آیت میں ایسی دعا سکھائی جس میں ہمیں ہمارا بچپن یاد دلایا اور ماں باپ کے احسانات بھی یاد دلائے کہ ان احسانات کے بدلہ میں مجھ سے یوں دعا کرو؛

﴿ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ﴾

اے میرے رب میرے ماں باپ پر رحمت نازل فرما كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا جیسا کہ اُنہوں نے بچپن میں میرے ساتھ رحمت کا معاملہ کیا۔

والدین کے ساتھ اساتذہ ومشائخ کے لیے دُعا مانگنے کا استنباط

اس آیت کے ذیل میں حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر بیان القرآن کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اساتذہ اور مشائخ جن سے انسان اصلاحِ نفس کرائے اور ان سے دین سیکھے ان کے لیے بھی دعا گو رہنا چاہیے۔ جب ماں باپ کے لیے دعا مانگے تو اپنے استاد اور شیخ کے لیے بھی دعا مانگے۔ حضرت نے لکھا ہے کہ ربوبیت کے معنیٰ ہیں پرورش۔ پس جنہوں نے بھی پرورش کی ہے خواہ جسمانی یا روحانی اُن کے لیے بھی دعاء مانگنا چاہیے۔ ماں باپ جسمانی پرورش کرتے ہیں، شیخ روحانی پرورش کرتا ہے۔ لہٰذا ماں باپ کے ساتھ شیخ کے لیے بھی دعا کرنا چاہیے۔

حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حالات

والدین کے حقوق کے سلسلے میں اس وقت میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک روایت پیش کرتا ہوں۔ اس سے پہلے راوی کے حالات پیش کرتا ہوں۔ ابوہریرہ کے معنیٰ ہیں بلی کے بچے کا ابا۔ هُرَيْرَة کہتے ہیں بلی کے چھوٹے بچے کو۔ ابوہریرہ، حضرت ابوہریرہ کا اصلی نام نہیں تھا۔ یہ ایک دن اپنے آستین میں بلی کا بچہ لیے ہوئے تھے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تیری

آستین میں کیا ہے؟ عرض کیا کہ بلی کا بچہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَنْتَ اَبُوْ هُرَيْرَة تم اس بلی کے بچے کے ابا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے جو بات نکلی وہ قیامت تک کے لیے پکی ہوگئی۔

شیخ ابوزکریا النووی جنہوں نے مسلم شریف کی شرح لکھی ہے ۳۵ دلائل سے ثابت کیا ہے کہ ان کا اصلی نام عبدالرحمٰن ہے۔ زمانۂ جاہلیت میں ان کا نام عبدالشمس تھا۔ عبدالشمس کے معنی ہیں سورج کا بندہ۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ان کا نام عبدالرحمٰن رکھا گیا تھا لیکن سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک سے جب ابوہریرہ نکل گیا تو یہی نام مشہور ہوگیا اور اتنا مشہور ہوا كَمَنْ لَا اِسْمَ لَهُ جیسے ان کا کوئی نام ہی نہ تھا، اپنی کنیت سے ایسے مشہور ہوئے کہ لوگ ان کا اصلی نام بھول گئے، یہاں تک کہ ان کا اصلی نام ثابت کرنے کے لیے محدثین کو دلائل قائم کرنے پڑے۔ زبانِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو نام نکلا وہی مقبول ہوگیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر آدمی ان کا اصلی نام نہیں جانتا۔ بڑی کتابوں میں جیسے مشکوٰۃ کی شرح مرقاۃ میں اور دوسری بڑی شروح میں ان کا اصلی نام عبدالرحمٰن لکھا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پانچ ہزار تین سو چونسٹھ حدیثوں کا مدینہ طیبہ میں درس دیا کرتے تھے۔ جب یہ پڑھانے جاتے تھے تو راستہ میں اُن کی والدہ کا مکان پڑتا تھا۔ یہ اپنے اماں کو سلام کرکے اور اُن کی دُعا لے کر جایا کرتے تھے اُن کے شاگردوں کی تعداد آٹھ سو تھی جن میں تابعین کے علاوہ صحابہ بھی تھے۔ محدثین کرام نے اُن کے شاگردوں میں چار مشہور صحابہ شمار کرائے ہیں:

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

(۲) حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

(۳) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (۴) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ان میں سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا کے بیٹے اور حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے ہونے کا شرف حاصل ہے۔ علم کی دولت وہ چیز ہے کہ امیر المومنین کے بیٹے اور بادشاہوں کے بیٹے ایک فقیر درویش کے شاگرد ہو جاتے ہیں۔

ان کے علم کی برکت کی وجہ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا تھی۔ ایک مرتبہ انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ کی حدیثیں مجھے یاد نہیں رہتیں، میرے لیے دعا فرمائیے کہ میں آپ کی جو بات سنوں وہ مجھے یاد رہے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اُفْرِشْ رِدَاءَ کَ اپنی چادر بچھا دو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چادر بچھا دی۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تین دفعہ چادر میں اپنے ہاتھوں سے جیسے بھر بھر کر کچھ ڈالا پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ارشاد فرمایا کہ اسے سینے سے لگا لو۔ انہوں نے چادر کو اپنے سینے سے لگا لیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے اللہ کے رسول کی کوئی حدیث نہیں بھولتی تھی، سب یاد ہو جاتی تھیں۔ میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے جب بخاری شریف کی یہ حدیث پڑھائی تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گویا علم عطا فرمایا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجاہدے بھی تو بہت کیے تھے، بھوک کی شدت کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھتے تھے، کمزوری کے باعث بے ہوش ہو جاتے تھے۔ جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مجاہدہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی خوشبو کو اُڑاتا ہے۔

آج تو ماشاء اللہ طلباء کو خوب گوشت روٹیاں ملتی ہیں، ذرا ہم لوگوں سے پوچھو، ہماری طالب علمی کے زمانے میں ہفتے میں ایک وقت گوشت ملتا تھا اور وہ

بھی دو بوٹی اور آج طلباء کو آٹھ آٹھ، دس دس بوٹیاں مل رہی ہیں پھر بھی سمجھتے ہیں کہ بڑا مجاہدہ کر رہے ہیں۔ عبرت کی بات ہے، ارے شکر ادا کرو کہ آج مجاہدہ آسان ہوگیا، سبق پڑھنا آسان ہوگیا، لہٰذا محنت زیادہ کرو، زیادہ دل لگا کر پڑھو، اتنا پڑھو جتنا کھاؤ یا جتنا کھاؤ اتنا تو پڑھو، جتنا کھاؤ اتنی ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں میں ایک شاگرد تابعی جن کا نام سعید بن المُسیب ہے علم اور کمالات میں سب سے آگے نکل گئے۔ فضیلت کے لحاظ سے صحابہ کرام کے درجہ کو تو کوئی غیر صحابی نہیں پاسکتا، امام ابوحنیفہ بھی نہیں پاسکتے، امام بخاری بھی نہیں پاسکتے، لیکن علم کے لحاظ سے، فن کے لحاظ سے، قوتِ حافظہ کے لحاظ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سب سے زیادہ حدیثیں حضرت سعید بن میسب کو یاد تھیں۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ محدثِ عظیم مشکوۃ کی شرح میں لکھتے ہیں کَانَ اَعْلَمَ النَّاسِ بِحَدِیْثِ اَبِیْ هُرَیْرَةَ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پانچ ہزار تین سو چونسٹھ حدیثوں میں سب سے زیادہ حدیثیں ان کو یاد تھیں۔

حضرت سعید بن میسب بہت بڑے فقیہ، بہت بڑے محدث، بہت بڑے متقی اور بہت بڑے ولی اللہ گذرے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت جب شروع ہوئی تو دو سال گذرنے کے بعد حضرت سعید بن میسب پیدا ہوئے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساڑھے دس سال خلافت کی۔ کیا شان تھی۔ جب یہ اسلام لائے تو آسمان سے جبرئیل علیہ السلام آئے اور عرض کیا یارسول اللہ! عمر کے اسلام سے آج آسمانوں پر خوشیاں منائی جارہی ہیں اور فرشتوں میں غلغلہ مچ گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے فاروق کا لقب بھی آسمان سے آیا۔

فاروق کے لقب کی وجہ تسمیہ

ایک مرتبہ ایک یہودی نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنا مقدمہ پیش کیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کے خلاف فیصلہ دیا جس پر یہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گیا اور کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فیصلہ میں نہیں مانتا، میرا فیصلہ آپ کیجئے، اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ٹھہر جا! ابھی فیصلہ کرتا ہوں۔ یہ فرما کر اپنے گھر تشریف لے گئے اور تلوار لاکر اس کی گردن اڑادی اور فرمایا کہ یہ ہے تیرا فیصلہ، جو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فیصلے کو چھوڑ کر امتی سے فیصلہ کرائے اس کا فیصلہ یہی ہے۔ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے کہا یہ عمر فاروق ہے فَارِقٌ بَيْنَ الْحَقِّ وَ الْبَاطِلِ حق اور باطل میں فرق کرنے والا ہے۔ اس لیے ان کا لقب فاروق آسمان سے عطاء ہوا، وحی کے ذریعہ سے عطاء ہوا۔

موت کا دھیان ــــ خاموش واعظ

اتنی خوبیوں کے باوجود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرامینِ خلافت پر جس انگوٹھی سے مہر لگاتے تھے اس پر ایک حدیث لکھی ہوئی تھی، وہ کیا حدیث تھی؟

كَفٰى بِالْمَوْتِ وَاعِظًا

نصیحت کے لیے موت کا دھیان کافی ہے۔

جس شخص سے گناہ نہ چھوٹتے ہوں، جس شخص میں شہوت کی بیماری شدید ہو، جس شخص میں غصہ کی بیماری شدید ہو یا جس شخص کا دل نماز روزے میں نہ لگتا ہو تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس کو نصیحت کے لیے موت کا دھیان کافی ہے، یہ خاموش واعظ ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی شرح میں ہے کہ اللہ نے دو واعظ دیئے ہیں، ایک واعظِ ناطق یعنی بولنے والا واعظ وہ قرآن ہے اور ایک

واعظِ ساکت یعنی خاموش واعظ وہ موت کی یاد ہے۔

موت کی یاد کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ چادر اوڑھ کر موت کو یاد کر کے کانپ رہے ہیں بلکہ موت کا اس قدر دھیان کافی ہے جو ہمیں گناہ کرنے سے روک دے۔ گناہوں کے درآمدات کے جو اعضاء ہیں جیسے آنکھ سے حسینوں کو دیکھ کر حرام لذت حاصل کر رہے ہیں یا کانوں سے گناہ کی باتیں سن کر لذتیں حاصل ہو رہی ہیں، قبروں میں یہ سب اعضاء فنا ہو جائیں گے۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا

ایک خواب اور افسانے کے لیے انسان اپنے اللہ کا غضب اپنے اوپر حلال کر رہا ہے۔ لذت دائمی ہوتی تو بھی کہا جاتا کہ چلو بھئی اس ظالم نے اللہ تعالیٰ کو ناراض تو کیا مگر کچھ فائدہ بھی اٹھایا مگر فائدہ کیا ہے محض خواب و خیال کی دنیا۔

جو چمن سے گذرے تو اے صبا، تو یہ کہنا بلبلِ زار سے

کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے، نہ لگانا دل کو بہار سے

خواب و خیال کی دنیا فانی ہے، یہ چمن جنگل ہونے والے ہیں، کالے بال سفید ہونے والے ہیں، گال پچکنے والے ہیں، دانت منہ سے باہر آنے والے ہیں، کمر جھکنے والی اور بڑھاپا آنے والا ہے، بچپن جوانی سے، جوانی بڑھاپے سے اور بڑھاپا موت سے تبدیل ہونے والا ہے اور موت قبروں میں لے جانے والی ہے جو بچپن کو بھی لے جاتی ہے اور جوانی کو بھی لے جاتی ہے۔ دنیا سے وہی دل لگاتا ہے جو پاگل و بیوقوف ہوتا ہے۔ عارضی لذت کے لئے اللہ تعالیٰ کے غضب کو اپنے اوپر حلال کر رہا ہے لیکن اگر خدانخواستہ اسی حالت میں موت آ گئی اور بغیر توبہ کے مر گیا تو اس کا کیا حال ہوگا؟ مرنے کے بعد تو جو ہوگا، دنیا ہی میں نافرمانی کا عذاب دل پر شروع ہو جاتا ہے۔ بادشاہ ہمیشہ بادشاہ کو گرفتار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جسم پر عذاب

نازل کرنے سے پہلے جسم کے بادشاہ یعنی دل کو پکڑ لیتے ہیں، کسی گنہگار کو چین و سکون نہیں، ہر وقت پریشان رہتا ہے جیسے ہیروئن پینے والا سسک سسک کر مر رہا ہوتا ہے مگر ہیروئن چھوڑنے کی ہمت نہیں رکھتا۔ دوسروں کو اس پر رحم آتا ہے مگر اسے اپنے اوپر رحم نہیں آتا۔ بعض وقت انسان کو گناہ کی ایسی بری عادت پڑ جاتی ہے کہ ساری دنیا اس پر رحم کرے، اس کے لیے رو رو کر دعا مانگے مگر اس ظالم کو اپنے اوپر رحم نہیں آتا۔ اسی لیے مولانا رومی فرماتے ہیں کہ اگر راستے میں کوئی کانٹے دار درخت اُگ جائے تو اسے فوراً اکھاڑ پھینکو، یہ نہ کہو کہ کل اکھاڑیں گے، جنہوں نے کہا کہ کل اکھاڑیں گے تو کل کل کرتے ہوئے اس کی جڑیں زمین کی گہرائیوں میں گھس گئیں اور وہ درخت مضبوط ہو گیا اور اکھاڑنے والا کمزور ہو گیا۔ اب اکھاڑنا بھی چاہے گا تو نہیں اکھاڑ سکے گا۔ اسی لیے مولانا رومی نصیحت فرماتے ہیں کہ گناہوں کو جلدی چھوڑ دو ورنہ اگر دیر کرو گے تو گناہوں کو چھوڑنا بھی چاہو گے تو نہیں چھوڑ سکو گے۔

بعض ہیروئن پینے والوں کو میں نے دیکھا کہ پولیس انہیں پکڑ کر پٹائی کر رہی تھی۔ ان کی حالت کو دیکھ کر رونا آ گیا کہ آہ! مسلمان کس حالت میں ہے، صحت بھی ایسی خراب کہ مرنے کے قریب ہے۔ شیخ العرب والعجم حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک شعر یاد آ گیا۔

روتی ہے خلق میری خرابی کو دیکھ کر
روتا ہوں میں کہ ہائے مری چشم تر نہیں

ہمارے گناہوں پر فرشتے رو رہے ہیں، اولیاء اللہ رو رہے ہیں لیکن اپنی حالتِ زار کا ہمیں احساس بھی نہیں کہ اپنے گناہوں کی وجہ سے ہم اولیاء اللہ، بزرگانِ دین، صالحین اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعاؤں سے محروم ہو رہے ہیں کیونکہ آپ نے التحیات میں دعا مانگی تھی:

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰۃُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ ، اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ

جتنے صالحین بندے ہیں اللہ سب پر سلامتی نازل کرے، تو صالحین جب فاسقین ہو جاتے ہیں یعنی جب کوئی صالح آدمی گناہوں میں مبتلا ہو جاتا ہے تو وہ بھی اس دعا سے محروم ہو جاتا ہے۔

دُنیا بھر کے اولیاء اللہ کی دُعا لینے کا طریقہ

ساری دنیا کے اولیاء اللہ نماز میں جب التحیات پڑھتے ہیں تو صالحین کے لیے یہ دعا مانگتے ہیں۔ جو اولیاء اللہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے ہیں اور جو مسجد نبوی میں نماز پڑھ رہے ہیں وہ بھی تو التحیات پڑھتے ہیں۔ اگر ہم صالح بن جائیں تو ساری دنیا کے اولیاء اللہ کی یہ دعا اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ ہمیں مل جائے گی، لیکن خدا نہ کرے کہ کسی کا دل ایسا سخت ہو جائے کہ دنیا والوں کو اس پر ترس آئے مگر اسے اپنی حالت پر ترس نہ آئے۔ یہ ڈرنے کا مقام ہے، اللہ تعالیٰ سے رونے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں، اللہ تعالیٰ ہی فضل فرمائیں اور توفیق دیں۔ توفیق صرف اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اس لیے دعا خود بھی کریں اور اللہ والوں سے بھی دعا کرائیں۔

خیر تو میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شاگردوں میں حضرت سعید بن مسیب علم و فضل میں سب سے آگے بڑھ گئے۔ ان کے ایک شاگرد حضرت مکحول بھی جلیل القدر تابعی تھے، سوڈان کے رہنے والے تھے اور شام میں مفتی تھے۔ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جب فتویٰ لکھتے تھے تو لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھتے تھے، یا اللہ! نہیں ہے نیکی کرنے کی طاقت مگر اے اللہ آپ کی مدد سے۔

لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہ کے معنیٰ

سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ بتاؤ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ کے کیا معنیٰ ہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور رسول بہتر جانتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا حَوْلَ عَنْ مَعْصِیَةِ اللّٰہِ اِلَّا بِعِصْمَةِ اللّٰہِ
وَلَا قُوَّةَ عَلٰی طَاعَةِ اللّٰہِ اِلَّا بِعَوْنِ اللّٰہِ

یعنی نہیں ہے گناہوں سے بچنے کی طاقت مگر اللہ کی حفاظت سے
اور نہیں ہے نیکی کرنے کی قوت مگر اللہ کی مدد سے۔

حدیث پاک میں ہے کہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے کَنْزٌ مِّنْ کُنُوْزِ الْجَنَّةِ محدثین کرام نے لکھا ہے کہ اس کو جنت کا خزانہ اس لیے فرمایا گیا کہ اس کی برکت سے نیک اعمال کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق نصیب ہوتی ہے اور جنت ملنے کے یہی دو راستے ہیں کہ انسان نیکی کرنے لگے اور گناہ سے بچنے لگے لہٰذا چاہیے کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ کم سے کم ایک سو گیارہ مرتبہ پڑھ لیں۔ آپ کہیں گے کہ ایک سو گیارہ میں کیا خاص بات ہے؟ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں میں سے ایک نام اَلْکَافِیْ ہے۔ ایک سو گیارہ کافی کا عدد ہے۔ ان شاء اللہ ایک سو گیارہ مرتبہ لاحول پڑھنے سے اللہ تعالیٰ آپ کی ہدایت کے لیے کافی ہو جائیں گے۔ اس کلمہ کے اوّل و آخر درود شریف پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے روئیں اور گڑگڑائیں کہ یا اللہ! مجھ کو میرے نفس کے حوالے نہ کیجئے۔ میں نے اپنی زندگی کو بہت آزمالیا، یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں، ہم کو ہماری ہمت کے حوالے نہ کیجئے، ہم تباہ ہو جائیں گے، برباد ہو جائیں گے، آپ اپنی رحمت سے مدد کیجئے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ مدد آجائے گی۔ جو

اللہ تعالیٰ سے ان کی مدد مانگتا ہے، محروم نہیں رہتا لیکن کام رونے ہی سے بنتا ہے۔ بابا آدم علیہ السلام کا کام رونے ہی سے بنا۔ اسی طرح بچہ لوگوں کا کام بھی رونے ہی سے بنے گا۔ رونے سے پچھلے گناہوں کی معافی بھی ہو جائے گی اور اگلے گناہوں سے بچنے کی توفیق بھی نصیب ہو جائے گی۔ اگر صحیح معنوں میں رونا نہ آتا ہو تو رونے والوں کی شکل بنالو یہ بھی حدیث سے ثابت ہے۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا رونا نہ آئے تو رونے والوں کی شکل بنالو، اللہ تعالیٰ کا فضل اس پر بھی ہو جائے گا۔

تو میں عرض کر رہا تھا سعید بن مسیب کے شاگرد بھی تابعی تھے۔ ایک تابعی دوسرے تابعی کا استاد بنا ہوا ہے۔ اس میں کیا اشکال ہے جبکہ بعض صحابی دوسرے صحابہ کے استاد بنے۔ حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ قراءت میں حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے استاد ہیں۔

تابعی اس کو کہتے ہیں جس نے صحابہ کو دیکھا ہو۔ حضرت مکحول تابعی ہیں جو شام کے سب سے بڑے مفتی تھے۔ اتنے جلیل القدر مفتی کے استاد سعید بن المسیب بھی بڑے جلیل القدر تابعی تھے جن کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت کردہ احادیث سب سے زیادہ یاد تھیں۔ مفتی شام حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں طُفْتُ الْاَرْضَ کُلَّهَا فِیْ طَلَبِ الْعِلْمِ میں نے علمِ دین کی طلب میں زمین کی بہت سیر کی فَمَا لَقِیْتُ اَعْلَمَ مِنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیَّبِ میں نے سعید بن المسیب سے بڑھ کر کسی عالم کو نہیں پایا۔

اسماءِ اعظم مَلِیْكٌ اور مُقْتَدِرٌ کے معانی

ایک آیت کی تشریح میں علامہ سید آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعید بن المسیب کا ایک واقعہ لکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ:

﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ ۙ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ﴾

(سورۃ قمر آیت ۵۴، ۵۵)

اللہ پاک کے دو نام ہیں مَلِیْك اور مُقْتَدِر۔ ملیک کے معنی کیا ہیں؟ مَلِك اور مَلِیْك میں کیا فرق ہے جبکہ دونوں اللہ تعالیٰ کے نام ہیں۔ مَلِك کے معنی ہیں صاحب مملکت اور مَلِیْك کے معنی ہیں صاحب مملکت عظیمہ یعنی بہت بڑی مملکت کا مالک۔ اللہ تعالیٰ نے ملک بھی فرمایا اور ملیک بھی فرمایا۔ سورۃ القمر میں ملیک اور مقتدر دو نام نازل کیے۔ قادر کے معنی قدرت کا مالک اور مقتدر کے معنی ہیں قدرت عظیمہ یعنی بڑی قدرت کا مالک۔ ان دو ناموں کے بارے میں مفسرین فرماتے ہیں کہ ان کے اندر اسم اعظم چھپا ہے، ان دو بزرگ ناموں میں اللہ تعالیٰ نے دعا کی قبولیت کی شان چھپا رکھی ہے۔ اگر کوئی شخص چاہے کہ میری دعا قبول ہو تو وہ ان دو ناموں کو پڑھ لے یا مَلِیْكُ، یَا مُقْتَدِرُ تو مفسرین لکھتے ہیں کہ اس کی دعا قبول ہو جائے گی۔

اب علامہ آلوسی سید محمود بغدادی اس آیت کی تفسیر میں حضرت سعید بن المسیب کا ایک واقعہ لکھتے ہیں، یہ واقعہ ہمارے لیے انتہائی مفید ہے۔ حضرت سعید بن المسیب مدینہ پاک میں پیدا ہوئے، مدنی ہیں۔ صحابہ اجمعین اور تابعین مسجد نبوی ہی میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ تو جو واقعہ عرض کرنا تھا وہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سعید بن المسیب فجر کی نماز کے لئے نکلے مگر ان کو رات کا وقت سمجھنے میں کچھ دھوکہ لگ گیا اور دو گھنٹہ پہلے مسجد پہنچ گئے۔ صبح ہونے تک تہجد اور تلاوت میں مشغول رہے۔ زیادہ عبادت سے تھک کر سو گئے تو غیب سے ایک آواز آئی کہ سعید ابن المسیب تو یہ دعا پڑھ کر جو بھی مانگے گا تیری دعا ہمیشہ قبول کی جائے گی۔ علامہ آلوسی السید محمود بغدادی لکھتے ہیں کہ یہ غیبی آواز سن کر وہ خوف زدہ ہو گئے۔ پھر یہ آواز آئی کہ ڈرو مت، تمہیں ایک دولت دی جا رہی ہے، یہ پڑھو

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ مَلِيْكٌ مُّقْتَدِرٌ مَّاتَشَاءُ مِنْ اَمْرٍ يَّكُوْنُ ۔ ہاتفِ غیبی سے تابعی کو ایک وظیفہ مل رہا ہے۔ علامہ آلوسی جیسا مفسر عظیم اپنی تفسیر روح المعانی میں یہ واقعہ بیان کر رہا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ مَلِيْكٌ مُّقْتَدِرٌ مَّاتَشَاءُ مِنْ اَمْرٍ يَّكُوْنُ کے معنی ہیں کہ اے اللہ! آپ ملیک ہیں، آپ مقتدر ہیں جو آپ چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے، جس چیز کی مشیت کا آپ فیصلہ کرتے ہیں وہ ہو جاتی ہے۔

حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ میں نے تمام زندگی اس دعا کو پڑھ کر جو بھی دعا مانگی وہ کبھی رد نہیں ہوئی، ہمیشہ مقبول ہوئی۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب اس دعا میں یہ خاصیت ہے تو میں بھی کیوں نہ مانگوں چنانچہ جہاں انہوں نے یہ واقعہ تحریر کیا ہے وہاں اپنے لئے بھی یہ دعا مانگی اور اس کے بعد یہ دعا مزید مانگی کہ اَسْعِدْنِیْ فِی الدَّارَیْنِ اے اللہ! مجھے دونوں جہان میں نیک بخت بنا دیجئے، اچھی قسمت والا بنا دیجئے وَکُنْ لِیْ اور آپ میرے خاص بن جائیے وَلَا تَکُنْ عَلَیَّ اور میرے خلاف کبھی نہ ہو جائیں وَانْصُرْنِیْ عَلٰی مَنْ بَغٰی عَلَیَّ اور میری مدد کیجئے ان لوگوں پر جو مجھ سے بغاوت کر کے مجھے تکلیف اور نقصان دینا چاہتے ہیں وَاَعِذْنِیْ مِنْ هَمِّ الدَّیْنِ اور مجھے قرض کے غم سے نجات دے دیجئے وَقَهْرِ الرِّجَالِ اور لوگوں کے سب وشتم اور ظلم وجور سے مجھ کو محفوظ فرما دیجئے وَشَمَاتَةِ الْاَعْدَآءِ اور دشمنوں کے لعن وطن سے اور اعتراضات سے مجھے بچا لیجئے۔

وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی نَبِیِّكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی معافی کا واقعہ

معلوم ہوا کہ اسماءِ اعظم ملیک اور مقتدر کے واسطہ سے دُعا قبول ہوتی ہے لہٰذا یہ دُعا بھی مانگ لیں کہ یا اللہ ہمارے ذمہ جو والدین کے حقوق ہیں، رشتہ داروں کے حقوق ہیں، اولاد کے حقوق ہیں، اُن کو صحیح طور سے ادا کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرما کیونکہ حقوق العباد کا معاملہ اتنا اہم ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادوں نے اپنے ابا یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا کہ ہم نے اپنے بھائی پر ظلم کیا، اُس کو کنویں میں پھینک دیا تا کہ وہ مرجائیں یا کوئی قافلہ ان کو اُٹھا کر لے جائے۔ بھائی یوسف نے تو ہمیں معاف کر دیا، لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ط کہہ دیا کہ آج کے دن تم پر کوئی الزام نہیں، میں تم سب کو معاف کرتا ہوں لیکن ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معاف نہ کیا ہو کیونکہ کبھی بیٹا معاف کر دیتا ہے لیکن ابا کہتا ہے کہ نہیں میرے بیٹے نے تو معاف کر دیا میں بحیثیت باپ کے معاف نہیں کرتا۔ تم نے میرے بیٹے کو کیوں ستایا۔ بارہا ایسا ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کسی بندے کو کسی نے ستایا تو بندہ نے تو معاف کر دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے معاف نہیں کیا۔ اس لیے بیٹوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے عرض کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن ہم سے پوچھ لیا کہ تم نے میرے نبی یوسف علیہ السلام کو کس لیے کنویں میں ڈالا تھا، کس جرم کے بنا پر تم نے ان کو ستایا تھا تو ہم اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے؟ لہٰذا اے ہمارے ابا جان آپ ہمارے لیے رو رو کر دعا مانگیے۔ آسمان سے معافی حاصل کیجیے، بھائی یوسف نے تو معاف کر دیا، اب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی معافی دلوا دیجیے تا کہ قیامت کے دن ہم سب بھائیوں کی ذلت و پریشانی کا خطرہ ختم ہو جائے۔

قبولیتِ دُعا میں تاخیر کی مصلحت

حضرت یعقوب علیہ السلام نے تقریباً بیس برس تک دعا مانگی لیکن قبول نہیں ہوئی۔ اس سے پہلے انہوں نے چالیس برس تک حضرت یوسف علیہ السلام کے ملنے کی دعا مانگی تھی جو چالیس سال کے بعد قبول ہوئی۔ آج ہماری دعا چھ مہینہ بھی قبول نہ ہو تو ہم ناامید ہو جاتے ہیں، چھ مہینہ تو بڑی چیز ہے ہم تو رات کو دعا مانگتے ہیں اور صبح دیکھتے ہیں کہ وہ دعا قبول ہوئی کہ نہیں۔

حکیم الامت فرماتے ہیں کہ ایک سیدھے سادھے سے مجذوب تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ مجھے سخت کھانسی نزلہ ہے دعا کر دیجئے کہ میں اچھا ہو جاؤں۔ رات کو دعا مانگی، صبح ان سے پوچھنے گئے کہ میری دعا قبول ہوئی کہ نہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے واقعہ سے سبق ملتا ہے کہ دعا مانگتے رہو، جلد بازی نہ کرو، نبیوں کے طریقے پر رہو، کوئی پرواہ مت کرو، دعا فائدے سے خالی نہیں۔ اگر قبولیت میں دیر معلوم ہو تو دعا تو قبول ہو جاتی ہے لیکن کبھی اس کا ظہور دیر سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو محبوب رکھتے ہیں اس سے چاہتے ہیں کہ کچھ دن اور دعا مانگ لے، کچھ دن تک اور میری چوکھٹ پر پڑا رہے، قبول تو فوراً کر لیتے ہیں ظہور دیر سے کرتے ہیں تاکہ بندہ کچھ دن گڑگڑاتا رہے، میرا اپنا بنا رہے، مجھے پکارتا رہے، مجھے اس کا یہ پکارنا اچھا لگتا ہے ورنہ اگر جلد قبول کرلوں گا تو بھاگ جائے گا۔ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے۔

اُمید نہ بر آنا، اُمید بر آنا ہے
اک عرضِ مسلسل کا کیا خوب بہانہ ہے

یعنی اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کہ میرا بندہ بہت دن تک عرضی پیش کرتا رہے، مناجات کی لذت لیتا رہے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب بندہ کہتا ہے

اے اللہ، تو اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتے ہیں فرماتے ہیں ۔

خوش ہمی آید مرا آواز او
واں خدایا گفتن وآں راز او

میں اپنے بندوں کی اس آواز سے بے حد خوش ہوتا ہوں، ان کا یا خدایا اللہ کہنا اور پھر اپنی معروضات پیش کرنا مجھے اچھا لگتا ہے، اپنے بندوں کی ان اداؤں سے مجھے بہت ہی خوشی ہوتی ہے، لہٰذا دعا کی قبولیت میں کبھی دیر ہو جائے تو سمجھ لو کہ دعا قبول تو ہوگئی، ابھی ظاہر نہیں فرما رہے ہیں۔ ہماری مناجات سے اللہ پاک خوش ہو رہے ہیں اور اپنی لذتِ مناجات سے ہم مسرور ہو رہے ہیں۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ۔

از دعا نبود مرادِ عاشقاں

عاشقوں کا مقصد دعا کرنے سے کیا ہوتا ہے؟ ہم لوگ تو یہ چاہتے ہیں جلدی سے ہمارا کام بن جائے لیکن اللہ کے عاشق جب دعا کرتے ہیں تو ان کا مقصد کیا ہوتا ہے؟ ۔

جز سخن گفتن بآں شیریں دہاں

عاشقوں کی مراد سوائے اس کے کچھ نہیں ہوتی کہ اس شیریں دہن یعنی محبوب حقیقی سے کچھ دیر تھوڑی گفتگو اور لذتِ مناجات لے لیں اور فرمایا کہ اگر تم دعا کے ظہور میں نامراد ہوئے، تمہارا کام نہ بنا تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی آزمائش بھی کرتے ہیں، تکمیلِ محبت فرماتے ہیں، جس شخص کی ہر دعا قبول ہو جائے، جس شخص کی ہر آرزو پوری ہو جائے وہ اللہ کا عاشقِ کامل نہیں ہو سکتا، تکمیلِ محبت کے لیے نامرادی لازم ہے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے ۔

اپنی تمنا ہوتی جو پوری ہوتی نہ یوں تکمیلِ محبت

جس کی ہر تمنا پوری ہو جائے، پھر وہ اللہ کا عاشق نہیں ہے۔ ہمارے بزرگوں نے تو یہ فرمایا کہ اللہ کی یاد میں تڑپتے رہو یہی حیات ہے۔

بہت پہلے جب میں حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب کی مجلس میں پہلی بار حاضر ہوا تو حضرت ترنم سے یہ شعر پڑھ رہے تھے، حضرت کی آواز بھی غضب کی تھی۔ اُس وقت میرا کم عمری کا زمانہ تھا، طبیہ کالج میں پڑھ رہا تھا۔ کیا کہیں کہ کیسا مزہ آتا تھا۔ بڑے بڑے علماء کرام ان کے قدموں میں بیٹھ کر لطف لیتے تھے، اللہ کی محبت سیکھتے تھے۔ جب میری ان سے پہلی دفعہ ملاقات ہوئی تو حضرت علماء کے سامنے یہ شعر پیش کر رہے تھے۔

نہ جانے کیا سے کیا ہو جائے میں کچھ کہہ نہیں سکتا
جو دستارِ فضیلت گم ہو دستارِ محبت میں

اور پھر یہ شعر کہا کہ اللہ کے بغیر زندگی کیا ہے؟ فرماتے ہیں۔

دل مضطرب کا یہ پیغام ہے
ترے بن سکوں ہے نہ آرام ہے
تڑپنے سے مجھ کو فقط کام ہے
یہی بس محبت کا انعام ہے
جو آغاز میں فکرِ انجام ہے
ترا عشق شاید ابھی خام ہے

یعنی اللہ کے نام کے بغیر سکون و آرام ہو جائے یہ عشق نہیں ہے اور فرمایا۔

لطف جنت کا تڑپنے میں جسے ملتا نہ ہو

دنیاوی عاشقوں کو تو تڑپنے میں بہت ہی مصیبت اور تکلیف اٹھانی پڑتی ہے، ان کی زندگی عذابِ دوزخ کا نمونہ ہوتی ہے لیکن اللہ کی محبت میں جو تڑپتا ہے، بے

چین رہتا ہے اس کے قلب پر سکینہ کی بارش ہوتی ہے لہٰذا فرماتے ہیں۔

لطف جنت کا تڑپنے میں جسے ملتا نہ ہو
وہ کسی کا ہو تو ہو لیکن ترا بسمل نہیں

یعنی جس کو تڑپنے میں جنت کا مزہ نہ آرہا ہو وہ خدا کا عاشق نہیں ہے، وہ کسی اور کا عاشق ہوگا، کسی مرنے، سڑنے، گلنے، پگنے، موتنے والی لاش کا عاشق ہوگا ورنہ اللہ کی یاد میں تو بہت مزہ آتا ہے اور فرماتے ہیں۔

قیس بیچارہ رموزِ عشق سے تھا بے خبر
ورنہ ان کی راہ میں ناقہ نہیں، محمل نہیں

قیس مجنوں کا نام تھا۔ وہ اونٹنی پر بیٹھ کر لیلیٰ کا راستہ طے کرتا تھا لیکن مولیٰ کا راستہ طے کرنے کے لیے اونٹنی کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کے راستہ پر تو آدمی دل کے پر سے اُڑتا ہے۔ عارف کا جسم زمین پر ہے لیکن دل کے پروں سے وہ ہر وقت اللہ کے عرشِ اعظم تک اُڑ رہا ہے، اللہ کی یاد میں اس کے آہ و نالے عرش تک جا رہے ہیں۔ اپنا ایک شعر یاد آ گیا۔

میرا پیام کہہ دیا جا کے مکاں سے لامکاں
اے میری آہِ بے نوا، تو نے کمال کر دیا

دُعا جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی معافی کے لیے نازل ہوئی

تو دوستو! میں کہہ رہا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیس سال تک اپنے بیٹوں کی معافی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، چونکہ بچوں کے باپ تھے لہٰذا بہت محبت سے دعا مانگی کہ یا اللہ! میرے بیٹے یوسف نے اپنے بھائیوں کو معاف کر دیا جنہوں نے اس پر ظلم کیا تھا آپ بھی ان کو معاف فرما کر وحی نازل

کر دیجئے تا کہ میں اپنے بچوں کو مطمئن کر دوں، کیونکہ میرے بیٹوں کو خطرہ لگا ہے کہ حشر کے میدان میں کہیں آپ ان کی گرفت نہ فرمائیں۔

تفسیر روح المعانی میں سورۃ یوسف کی تفسیر میں علامہ آلوسی السید محمود بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیس سال کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا کہ آپ کی دعا قبول ہوگئی۔ یوسف علیہ السلام کے جن بھائیوں نے ان پر ظلم کیا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کی خطا معاف فرمادی۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ آپ آگے کھڑے ہو جائیں؛

فَقَامَ الشَّيْخُ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَقَامَ يُوسُفُ عَلَيْهِ السَّلَامُ
خَلْفَهُ وَقَامُوْا خَلْفَهُمَا

حضرت یعقوب علیہ السلام آگے قبلہ رو کھڑے ہوئے اور ان کے پیچھے حضرت یوسف علیہ السلام کھڑے ہوئے اور ان دونوں کے پیچھے حضرت یوسف علیہ السلام کے سب بھائی کھڑے ہوئے جنہوں نے ان پر ظلم کیا تھا۔ پھر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے یہ دعا سکھائی جو وہ آسمان سے لے کر نازل ہوئے تھے:

(۱) يَا رَجَاءَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَا تَقْطَعْ رَجَاءَنَا اے ایمان والوں کی امید! ہماری امیدوں کو نہ کاٹیے، ہماری آخری امید آپ ہی ہیں۔ ہماری آخری پناہ گاہ آپ ہی ہیں۔

من بامیدے رسیدم سوئے تو

آخر میں انسان اللہ ہی کے پاس بھاگتا ہے۔ گناہ کر کے بھی اللہ ہی کے پاس جا کر کے روتا ہے کہ یا اللہ مجھے بچائیے۔

(۲) يَا غِيَاثَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَغِثْنَا اے مومنین کی فریاد سننے والے ! ہماری فریاد کو سن لیجئے۔

(۳) یَامُعِیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِنَّا اے ایمان والوں کی مدد کرنے والے! ہماری مدد کیجئے۔

(۴) یَا مُحِبَّ التَّوَّابِیْنَ تُبْ عَلَیْنَا اے توبہ کرنے والوں سے محبت رکھنے والے! ہم سب کی توبہ قبول کر لیجئے کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے توبہ کر لی تھی۔ اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ اطلاع مل گئی کہ سب کی معافی کر دی گئی۔

والدین کے نافرمان کے لیے حضور ﷺ کی بددُعا

میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو روایت سنانا چاہ رہا تھا اب وہ بیان کرتا ہوں۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص برباد ہو جائے، وہ شخص برباد ہو جائے، وہ شخص برباد ہو جائے۔ تین دفعہ فرمایا۔ صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ کون شخص ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو اپنے ماں باپ دونوں کو یا ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے، پھر وہ ان کی خدمت کر کے، ان کو خوش کر کے اپنے آپ کو جنت میں نہ داخل کر لے، ایسا شخص ہلاک ہو جائے۔

والدین کی عظمت اور حقوق

پہلے جمعہ کو میں نے بہو اور بیٹے کا حق بیان کیا تھا تو کچھ مائیں منتظر رہیں کہ ہمارا حق بھی تو بیان کریں، لہٰذا آج میں اس لیے یہ روایت سنا رہا ہوں کہ ماں باپ سے ظلم بھی ہو جائے تو بھی ان کے ساتھ گستاخی اور بدتمیزی جائز نہیں ہے۔ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے عرض کیا کہ اگر ہمارے ماں باپ ہم پر ظلم بھی کریں تو کیا ہم پھر بھی ان کے ساتھ احسان کریں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! اگر وہ ظلم بھی کریں، اگر وہ ظلم بھی کریں، اگر

وہ ظلم بھی کریں تین مرتبہ فرمایا وِاِنْ ظَلَمَاہُ، وَاِنْ ظَلَمَاہُ، وَاِنْ ظَلَمَاہُ معلوم ہوا کہ بڑھاپے کی وجہ سے اگر ماں باپ کا تحمل کمزور ہو جائے، ان کے دل و دماغ کمزور ہو جائیں اور وہ اولاد سے ظلم و زیادتی بھی کر بیٹھیں تو ان کے ظلم پر صبر کرو۔ جب ماں باپ بوڑھے ہو جاتے ہیں تو مثل بچے کے کمزور ہو جاتے ہیں، چھوٹے بچے کی طرح ان کے دل و دماغ کمزور ہو جاتے ہیں، لہٰذا اگر ان سے غلطی ہو جائے، بے جا ڈانٹ ڈپٹ کریں تو اس کو برداشت کرو، جب بڑے ناراض ہو جائیں تو چھوٹے بڑوں کی رعایت کریں۔ ساس بہو سے بڑی ہے لہٰذا بہو کو چاہئے کہ اگر وہ اپنی بہو سے آرام اٹھانا چاہتی ہے تو اپنی ساس کو خوش رکھے، اگر اپنی بہو سے اپنا اکرام چاہتی ہے تو آج اپنی ساس کا اکرام کرے اور بیٹے صاحب اگر اپنی اولاد سے آرام اٹھانا چاہتے ہیں تو آج اپنے ماں باپ کا ادب کریں۔ کل ان کی اولاد، ان کی بہو اور داماد ان کے ناز اُٹھائیں گے اور ان کا ادب و اکرام کریں گے۔

ماں باپ کو ستانے کا عذاب

میرے شیخ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے اپنے باپ کی گردن میں رسی ڈال کر بسواری تک کھینچا، یعنی بانس کے درختوں تک کھینچ کر لے گیا۔ باپ نے بیٹے سے کہا کہ بیٹے! اب آگے نہ کھینچنا ورنہ تو ظالم ہو جائے گا۔ بیٹے نے کہا کہ ابا! دروازے سے یہاں تک چالیس پچاس قدم جو کھینچا یہ ظلم نہیں ہوا؟ کہا نہیں! کیونکہ میں نے تیرے دادا کو یعنی اپنے بابا کو یہاں تک کھینچا تھا۔

حدیث پاک میں ہے کہ اور گناہوں کا عذاب تو آخرت میں ہوگا لیکن ماں باپ کے ستانے کا عذاب دنیا میں بھی ملتا ہے، جو اپنے ماں باپ کو ستاتا ہے اس کو

موت نہیں آسکتی جب تک وہ اپنے کیے کی سزا نہ بھگت لے۔ اس لیے ماں باپ کے معاملے میں تحمل سے کام لینا چاہیے، مشورہ کرتے رہنا چاہیے، اگر ان کی طرف سے کوئی زیادتی بھی ہو جائے تو ان کی عمر کا لحاظ کر کے درگذر کرنا چاہیے جیسے چھوٹے بچے نے کوئی غلطی کی تو آپ کہتے ہیں کہ چھوٹے بچے ہیں، اسی طرح جب ماں باپ بوڑھے ہو جاتے ہیں تو ان کی عقل بھی کمزور ہو جاتی ہے۔

ایک ہندو بنئے کا قصہ ہے، وہ اپنے چھوٹے بچہ کو گود میں لیے اپنے گھر کے صحن میں بیٹھا تھا۔ ایک کوا اس کی دیوار پر آ کر بیٹھ گیا۔ بچہ نے اپنے بابا سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اس نے کہا بیٹے یہ کوا ہے۔ بچہ بار بار پوچھتا رہا اور ابا ہر بار اسے بتاتا رہا یہاں تک کہ بچہ نے سو دفعہ یہی بات پوچھی۔ بنئے نے اپنے منشی سے کہا کہ کھاتہ میں اس واقعہ کو نوٹ کر لو۔ جب وہ بڈھا ہوا تو ایک دن دیوار پر کوا آ کر بیٹھا تو اس نے اپنے بیٹے سے کہا کہ اے بیٹے یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ کوا ہے۔ تین دفعہ پوچھنے کے بعد جب باپ نے چوتھی دفعہ پوچھا تو بیٹے نے کہا زیادہ ٹرٹر نہ کرو، سیدھے پڑے رہو، کیا رٹ لگا رکھی ہے، تین دفعہ تو جواب دے چکا ہوں تو باپ نے اپنی نوٹ بک منگوا کر بیٹے کو دکھائی کہ جب تم چھوٹے تھے تو تم نے یہی سوال مجھ سے سو دفعہ پوچھا تھا اور میں نے سو دفعہ جواب دیا تھا اور اب تم تین دفعہ کے بعد بیزار ہو گئے۔ اگر اولاد دین دار نہ ہو تو ماں باپ کی خدمت اولاد کو بڑی بھاری لگتی ہے۔ دوستو! اگر کسی شخص نے ماں باپ کو ستایا، اسے اس وقت تک موت نہ آئے گی جب تک اس کا عذاب نہ چکھ لے گا۔ یہ حدیث کے الفاظ ہیں، سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے سے تمام گناہوں کو بخش دے گا مگر والدین کی نافرمانی کو معاف نہیں کرے گا بلکہ مرنے سے پہلے اس شخص پر اللہ تعالیٰ عذاب نازل کریں گے، وہ چین سے نہ رہ سکے گا، کسی نہ کسی مصیبت میں پھنسا رہے گا۔

مجھے بمبئی میں ایک مولوی صاحب ملے، لمبا کرتا، گول ٹوپی، حضرت مولانا عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت، بڑے تہجد گذار لیکن ایک مرتبہ اپنی بیوی کی خاطر اپنی ماں کو کچھ سخت سست کہہ دیا، ماں نے بددعا دی کہ اللہ کرے تو کوڑھی ہو کر مرے۔ ان کے ہاتھ میں میں نے خود کوڑھ دیکھا، مشکل سے بیس بائیس سال عمر تھی، انہوں نے دکھایا کہ ان کی انگلی سڑ کر گل رہی ہے۔ میں نے پوچھا کہ تمہیں کوڑھ کیسے ہوا، کہا ماں کی بددعا کی وجہ سے۔

ایک صحابی کا انتقال ہونے لگا تو لوگ انہیں کلمہ کی تلقین کرنے لگے، مگر ان کے منہ سے کلمہ نہیں نکل رہا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی ماں کو بلاؤ۔ جب ان کی ماں حاضر ہوئیں تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم اپنے بیٹے سے ناراض ہو؟ انہوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ! میں اس سے ناراض ہوں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تم پسند کرتی ہو کہ تمہارا بیٹا آگ میں جلے؟ اس نے کہا کہ نہیں! تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بس پھر جلدی سے اسے معاف کردو۔ انہوں نے معاف کر دیا تو اس صحابی نے فوراً کلمہ پڑھا اور روح پرواز کر گئی۔

قیامت کے دن فرماں بردار اولاد میں شمولیت کا طریقہ

شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ جن کے ماں باپ انتقال کر گئے اور وہ اولاد سے ناراض تھے تو اب ان کو راضی کرنے کے لیے کیا کرنا چاہیے؟ اس کا بھی نسخہ سن لیں۔ سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس کے ماں باپ کا انتقال ہو گیا اور اس نے زندگی میں ان کو ستایا ہو لیکن بعد میں ہدایت ہو گئی تو نافرمان اولاد ان کے لیے دعائے مغفرت کرے اور اللہ تعالیٰ سے استغفار بھی

کرے اور اپنی نفلی عبادات کا ثواب ان کو بخشتی رہے، صدقہ خیرات کرتی رہے، تلاوت سے ایصالِ ثواب کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کو فرماں بردار اولاد میں لکھ دیں گے۔ یہ حدیث بھی آپ حضرات کے سامنے پیش کر دی تاکہ کسی کو مایوسی نہ ہو۔ ہوسکتا ہے یہاں کوئی ایسا شخص ہو جس نے والدین سے گستاخی کی ہو اور وہ اس سے ناراض دنیا سے گئے ہوں تو وہ بھی تلافی کر سکے اور پوری زندگی ان کو ایصالِ ثواب کرتا رہے، نفلی عبادات سے بھی اور مالی صدقات سے بھی۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما دیں گے اور ماں باپ کے فرماں برداروں میں لکھ دیں گے۔ سبحان اللہ کیا اللہ کی رحمت ہے کہ کسی حال میں بندوں کو مایوس نہیں کیا۔

والدین کو نظرِ رحمت سے دیکھنے کا ثواب

سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جو نیک اولاد اپنے ماں باپ کو رحمت کی نظر سے دیکھے تو اللہ تعالیٰ ہر نظرِ رحمت پر اس کے لیے ایک مقبول حج کا ثواب لکھ دیتا ہے۔ یہاں صالح کی قید لگادی کہ نیک ہو، کم از کم فرض، واجب اور سنتِ مؤکدہ ادا کرتا ہو، نافرمانی سے بچتا ہو تو ایسے صالحین اگر اپنے ماں باپ کو نظرِ رحمت سے دیکھ لیں تو ہر نظرِ رحمت پر ایک مقبول حج کا ثواب ملے گا، لیکن نفلی حج کا ثواب ملے گا فرض کا نہیں، یہ نہیں کہ تجوری میں ہزاروں روپے جمع ہیں اور ماں باپ کو نظرِ رحمت سے جا کے دیکھ لیا اور سمجھے کہ میرا فرض حج ادا ہو گیا۔ فرض حج تو حرم کی حاضری ہی سے ادا ہوگا اور ماں باپ کو رحمت کی نظر سے دیکھنے پر حج کا ثواب لینے کے لیے صالح ہونا بھی شرط ہے، یہ نہیں کہ نہ روزہ، نہ نماز، شراب کباب اور جا کے والدین کو نظرِ رحمت سے دیکھ لیا اور سمجھے کہ نفلی حج کا ثواب مل گیا بلکہ نیک ہونا بھی شرط ہے۔ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے

پوچھا کہ اگر یہ شخص دن میں سو مرتبہ نظرِ رحمت سے دیکھے، تو کیا تب بھی اتنا ہی ثواب ملے گا؟ یعنی کیا سوچ کا ثواب ملے گا؟ اس پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو لفظ فرمائے کہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَ اَطْھَرُ اللہ تعالیٰ تمہاری نظرِ رحمت سے دیکھنے سے زیادہ شانِ رحمت رکھتے ہیں، اکبر تو رحمت کے لیے ہو گیا کہ دن میں سو مرتبہ دیکھنے والوں کو سو مرتبہ نفلی حج مقبول کا ثواب دیتے ہیں اور وَ اَطْھَرُ فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کر دی کہ اللہ تعالیٰ طیب ہے، ہر عیب سے پاک ہے۔ اگر کوئی یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ شاید اتنا ثواب دینے سے تھک جائیں گے یا ان کے خزانے میں کمی آ جائے گی تو اللہ تعالیٰ ہر نقص سے پاک ہے وہ تھکتا نہیں ہے نہ اس کے خزانے میں کمی آتی ہے، وہ ثواب دینے سے قاصر نہیں ہوتا۔

ادائے حقوق کے بارے میں علماء سے مشورہ کریں

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنی ماں کی خدمت کرے تو جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ بیوی کے معاملے میں کبھی ماں کا دل نہ دکھاؤ۔ اس کے لیے کسی اللہ والے سے مشورہ کر لو۔ بیوی کو نرمی سے سمجھاؤ کہ تیری بھی تو بہو آنے والی ہے لیکن جو بیوی کا حق ہے اس کو بھی ادا کرتے جاؤ۔ یہ نہیں کہ ماں کے حقوق ادا کرنے کے چکر میں بیوی کے حقوق ترک کر دیئے بلکہ علماء دین سے ماں اور بیوی دونوں کے حقوق کے بارے میں پوچھتے رہو، دونوں کو خوش رکھنے کی کوشش کرو، دونوں کا حق ادا کرو اور اس کا طریقہ پوچھنے کے لئے تنہائی میں مجھ سے مل کر مشورہ کیجئے یا کسی سے بھی جن کو اللہ تعالیٰ نے بزرگوں کی جوتیاں اٹھانے کی سعادت بخشی ہو، اس سے تنہائی میں مل کر مشورہ کیجئے۔ ماں بیٹے میں اختلاف چل رہا ہو تو کسی عالم کو بلا لیں تاکہ وہ فیصلہ کر دیں۔ ایسے علماء کی

کمی نہیں جو اللہ کے لیے آپ کو وقت دیں۔ اپنے اپنے حالات ان سے بیان کریں، ان شاء اللہ مشورہ کی برکت سے بڑے بڑے فتنے ختم ہو جائیں گے۔ مشورہ میں اللہ نے بہت برکت رکھی ہے۔ جب بھی کوئی معاملہ پیش آئے بزرگانِ دین سے مشورہ کرلیں۔

اب دعا کرلیں کہ یا اللہ! ساس اپنی بہو کو بیٹیاں اور بہو اپنے ساس کو مائیں سمجھیں اور بیٹے بھی ماں باپ کی مجبوریاں اور کمزوریاں سوچیں اور بیٹے کو، بہو کو بھی توفیق عطا فرما کہ وہ اپنی بہو سے آرام لینے کے لیے اور بیٹے اپنی اولاد سے